فاضل بریلوی

کے

کردار و نظریات کا مختصر جائزہ

تالیف

پروفیسر ابو عبید دہلوی

انجمن ارشاد المسلمین لاہور

سلسلۂ مطبوعات

نام کتاب .... فاضل بریلوی کے کردار و نظریات کا مختصر جائزہ
مرتب .... پروفیسر ابو عبید دہلوی
کل صفحات ۹۶
تاریخ طباعت .... رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ
پریس ....
ناشر ....
تعداد ....
قیمت ....

پیش لفظ

بسم اللہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احمد رضا خان صاحب ۱۲۷۲ھ میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے اور ۱۳۳۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے سوانح نگاروں کے بقول بہت ذہین تھے اس لیے چودہ سال کی عمر ہی میں فتویٰ نویسی کرنے لگے۔ ہم ان کی ذہانت، وسعتِ علمی اور دقیقہ سنجی پر شک نہیں کرتے لیکن یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ علم و ذہانت اور چیز ہے اور ہدایت و تقویٰ اور چیز ہے۔ اکبری دور کے ایک عالم فیضی نے ایسی تفسیر لکھی جس میں کوئی حرف نقطہ والا استعمال نہیں کیا۔ لیکن اس کے باوجود ہدایت سے محروم رہا۔

ہم نے احمد رضا خان صاحب کی سیرت اور ان کے افکار و احوال کا بغیر کسی تعصب کے کھلے دل کے ساتھ مطالعہ کیا۔ دوران مطالعہ ہمارے سامنے انکی سیرت اور انکے افکار کے بعض ایسے پہلو سامنے آئے کہ حق و انصاف اور منصفانہ تحقیق کے دامن کو تھامے ہوئے ہمیں ان کا اہلسنت میں سے ہونا صحیح نہ معلوم ہوا۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ تاریخ اور فن رجال سے دلچسپی رکھنے والوں کی نظر میں کچھ ایسے گوشے ظاہر کر دیں کہ وہ خود بھی انکی سیرت اور انکے کردار اور انکے افکار کی حیثیت کی تعیین کر سکیں۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ سنجیدگی و متانت اور تہذیب و تحقیق کا اجتماع کسی بھی مرحلہ میں تعصب اور محض جذباتیت سے ملوث نہ ہو۔ کسی بھی لفظ کو اختیار کرنے میں حقیقت واقعیہ سے تجاوز نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائیں۔ آمین بحرمتہ سید المرسلین۔

پروفیسر ابو عبید دہلوی
حال وارد لاہور
1-1-95

فہرست مضامین

پہلا باب

احمد رضا خان صاحب کے اہلسنّت کے خلاف عقائد و نظریات

احمد رضا خاں صاحب کا اہلسنت کے مخالف پہلا عقیدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم ہونے کا عقیدہ

اس بارے میں احمد رضا خان صاحب کے حوالجات ملاحظہ ہوں۔

(۱) روزِ اول سے روزِ آخر تک سب ماکان و مایکون انہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ (انباء المصطفیٰ)

(۲) ہمارے حضور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ماکان و مایکون الیٰ یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوحِ محفوظ کا علم دیا۔ (انباء المصطفیٰ)

(۳) ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت پر اطلاع تام حاصل الا ماشاء اللہ۔ (اعتقاد الاحباب)

(۴) "۔۔۔ کونسی سرکار میں جنہیں دلوں کے ارادوں خطروں قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے جن سے اللہ عزوجل نے ماکان و مایکون کا کوئی ذرہ نہیں چھپایا۔" (حدائق بخشش حصہ سوم ص۹)

تبصرہ

اس عقیدہ کے غلط اور اہلسنّت کے خلاف ہونے کے بارے میں مدینہ منورہ

کے مفتی سید احمد آفندی برزنجی حسینی رحمہ اللہ کا درج ذیل تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ وہی مفتی سید احمد برزنجی ہیں جن کی تعریف میں خود احمد رضا خان صاحب نے یہ کلمات لکھے ہیں:

"حائز العلوم النقلية وفائز الفنون العقلية الجامع بين شرف النسب والحسب وارث العلم والمجد ابا عن اب المحقق الالمعي والمدقق اللوذعي مفتي الشافعية بالمدينة المحمية مولانا السيد الشريف احمد البرزنجي عمت فيوضه كل رومي وزنجي"

جامع علوم نقلیہ واصل فنون عقلیہ جامع شرافت حسب ونسب آباؤاجداد سے وارث علم وشرف محقق، صاحب ذہن نقاد، مدقق تیز ذہن مدینہ طیبہ میں شافعیہ کے مفتی مولانا سید شریف احمد برزنجی ان کا فیض ہر سیاہ وسفید کو شامل ہو۔

اور جن کے بارے میں احمد رضا خان صاحب نے اپنے فتویٰ "حسام الحرمین" پر تقریظ لکھوانے اور مہر لگوانے پر لکھا۔

"مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے فائدہ کہاں کی ہوں گی جہاں سے دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیث صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا ——— جس خوبی وخوش اسلوبی وجوش دینی سے ان عمائد اسلام نے تصدیقیں فرمائیں"

ص۴۲ حسام الحرمین

مفتی سید احمد برزنجی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ غایۃ المامول کے نام سے احمد رضا خان صاحب کے اسی عقیدہ کے خلاف لکھا۔ اس رسالہ کے شروع میں انہوں نے رسالہ لکھنے کی وجہ یوں ذکر کی ہے:

فقد كنت الفت رسالة مختصرة جوابا عن سوال ورد الي من الهند مضمونها انه وقع تنازع بين علماء الهند في علمه صلى الله عليه وسلم هل هو محيط بجميع المغيبات حتى الخمس المذكورة في قوله تعالى ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث الاية او غير محيط بذلك وان جماعة من العلماء ذهبوا الى الاول والاخرون الى الثاني فمع اى الفريقين يكون الحق نريد منكم بيان ذلك بالادلة الشافية فالفت تلك الرسالة وبينت فيها انه صلى الله

ہندوستان سے آنے والے ایک سوال کے جواب میں۔ میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "علماء ہند میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھگڑا یہ پڑگیا ہے کہ آیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم مغیبات خمسہ (جن کا ذکر آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ میں ہے) سمیت تمام مغیبات کو محیط ہے یا نہیں۔ علماء کی ایک جماعت پہلی شق کی قائل ہے اور دوسری دوسری شق کی۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ شافی دلائل سے یہ بیان فرمائیں کہ حق کس جماعت کے ساتھ ہے۔"

پس میں نے وہ سابقہ رسالہ تالیف کیا اور اس میں بیان

عليه وسلم اعلم الخلق
وانه علمه محيط بجميع
مهمات الدين ومحيط ايضا
بمهمات الكائنات فى
الدنيا والآخرة ـ ولكن
المغيبات الخمس لا
تدخل تحت شمول علمه
الشريف للادلة الواضحة
الدالة على ذلك من
الكتاب والسنة وكلام
السلف وان ذلك
لا يخدش ادنى خدش
فى علو مقامه ورفعة
درجته فتلقوا رسالتى
المذكورة بكمال الرغبة
ونهاية القبول ـ

کیا کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری
مخلوق میں سب سے زیادہ علم
ہے اور آپ کا علم جمیع دینی
امور کو محیط ہے بلکہ دنیا و
آخرت کے تمام اہم امور کو
محیط ہے لیکن قرآن وسنت
اور کلام سلف کے واضح دلائل
کی بناء پر مغیبات خمسہ آپ
کے علم شریف میں داخل
نہیں ہیں اور یہ بات آپ
کے مقام کی برتری اور بلندیٔ مرتبت
میں ذرہ بھر قادح نہیں ہے
پس انہوں نے میرے اس
رسالے کو انتہائی رغبت اور
پوری قبولیت کے ساتھ لے لیا۔

ثم بعد ذلك ورد
الى المدينة المنورة رجل
من علماء الهند يدعى
احمد رضا خان فلما
اجتمع بى اخبرنى اولا

پھر اس کے علمائے ہند میں
سے ایک شخص جسے احمد رضا خاں
کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا۔
جب وہ مجھ سے ملا تو اولاً
اس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند

بان فى الهند اناسا من
اهل الكفر والضلال
منهم غلام احمد القاديانى
فانه يدعى مماثلة المسيح
والوحى اليه والنبوة ومنهم
الفرقة المسماة بالاميرية
والفرقة المسماة
بالنذيرية والفرقة المسماة
بالقاسمية ـ

میں اہل کفر وضلال میں
سے کچھ لوگ ہیں جن میں سے
ایک غلام احمد قادیانی ہے
جو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے مماثل ہونے اور اپنے
لیے وحی اور نبوت کا دعوے
کرتا ہے انہیں میں سے ایک
فرقہ امیریہ ہے۔ ایک نذیریہ
ہے۔ ایک قاسمیہ ہے۔

—— الى ان قال ——

ثم بعد ذلك اطلعنى
احمد رضا خان المذكور
على رسالة له ذهب فيها
الى انه صلى الله عليه
وسلم علمه محيط بكل
شئ حتى المغيبات الخمس
وانه لا يستثنى من
ذلك الا العلم المتعلق
بذات الله تعالى وصفاته
المقدسة وانه لا فرق
بين علم البارى سبحانه

پھر اس کے بعد مجھے احمد رضا
خان نے اپنے ایک اور
رسالہ پر مطلع کیا جس میں وہ
اس بات کی طرف گیا ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا علم ہر چیز کو محیط ہے
حتیٰ کہ مغیبات خمسہ کو بھی
اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات
وصفات سے متعلق علم کے
علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے
علم سے مستثنیٰ نہیں۔ اور یہ

وتعالیٰ و علمه صلی الله
علیه وسلم فی الاحاطة
المذکورة الا بالقدم والحدوث
وان له علی مدعاه هذا
برهانا قاطعا وهو قوله
تعالیٰ ونزلنا علیك الکتاب
تبیانا لکل شیٔ فلو
آل جهدا فی بیان ان
الآیة المذکورة لا تدل
علی مدعاه دلالة قطعیة
وان الاحاطة العلمیة
بجمیع المعلومات التی
لاتتناهی مختصة بالله تعالیٰ
ولم یقل بحصولها لغیره
تعالیٰ احد من ائمة
الدین فلم یرجع عن
ذلك واصر و عاند ولما
کان زعمه هذا غلطا
وجرأة علی تفسیر کتاب
الله بغیر دلیل احببت
الآن ان اجمع کلاما

کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے درمیان احاطۂ مذکورہ میں صرف حدوث و قدم کا فرق ہے اور یہ کہ اس کے پاس اپنے اس مدعیٰ پر دلیل قاطع اللہ تعالیٰ کا قول ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیٔ ہے (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا ہے) پس میں نے اس بات کے بیان میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت مذکورہ اس کے مدعیٰ پر دلالت قطعیہ کے طور پر دلالت نہیں کرتی - اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناہیہ کا احاطۂ علمیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور ائمہ دین میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کے لیے غیر متناہی کے احاطۂ علمیہ کا قول نہیں کیا - لیکن احمد رضا خان نے اپنے

مختصرا یکون
تتمة لرسالتنا
الاولی فیه بیان
بطلان استدلاله
علی مدعاه بالآیة
المذکورة مشیرا
الی بعض مهمات
رسالته المذکورة التی
ذکرها تاییدا
لقوله - مبینا
نقضها و عدم
صحتها من وجوه
عدیدة"

(غایة المامول)

قول سے رجوع نہیں کیا بلکہ وہ اپنی بات پر اڑا رہا اور حق سے عناد کیا - چونکہ اس کا یہ دعویٰ غلط اور اس کی قرآن کی یہ تفسیر بلا دلیل تھی اس لیے میں نے چاہا کہ میں ایک مختصر کلام جمع کر دوں جو ہمارے پہلے رسالے کا تتمہ بن جائے جس میں اس کے اپنے دعویٰ پر آیت مذکورہ سے استدلال کے باطل ہونے کا بیان کرتے ہوئے اس رسالہ کی بعض اہم باتوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے ساتھ ہی متعدد وجوہ سے اس رسالہ کے نقض اور اس کی عدم صحت کو بھی بیان کر دیا جائے

احمد رضا خان صاحب کا اہلسنت کے مخالف دوسرا عقیدہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مختارِ کل ماننا

احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں :

"حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں ، دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں" (برکات الامداد بحوالہ دل کا سرور)

عقیدہ کی مزید وضاحت احمد رضا خان صاحب کے صدر الشریعہ امجد علی صاحب یوں کرتے ہیں -

"حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائبِ مطلق ہیں۔ تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت تصرف کر دیا گیا ہے جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہانوں میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں ——— تمام زمین ان کی ملک ہے۔ تمام جنت ان کی جاگیر ہے ملکوت السمٰوات والارض حضورؐ کے زیرِ فرمان۔ جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں ———" (بہارِ شریعت)

احمد رضا خان صاحب کے اس عقیدہ کے برعکس قرآنِ پاک میں یوں ہے۔

(۱) قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ۔	آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذاتِ خاص کے لیے تو کسی ضرر اور نفع کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔
(۲) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک۔	آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

احمد رضا خان صاحب کے اس غلط عقیدے کی زد جو قرآنِ پاک پر پڑتی ہے اس کی تفصیل صـــــ پر آ رہی ہے۔

III احمد رضا خان صاحب کا اہلسنت کے مخالف تیسرا عقیدہ

اللہ تعالیٰ کی عمومِ قدرت کا انکار

اہلسنت کا اللہ تعالیٰ کی عمومِ قدرت کے بارے میں عقیدہ

عقائد کی مشہور کتاب مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ میں ہے۔

(ثم قال) ای صاحب العمدة (لا یوصف) اللہ (تعالیٰ بالقدرة علی الظلم والسفه والكذب لان المحال لا یدخل تحت القدرة) ای لا یصلح متعلقا لها (وعند المعتزلة یقدر) تعالیٰ علی کل ما ذکر (ولا یفعل اھ) کلام صاحب العمدة (و) کانه انقلب علیه ما نقله عن المعتزلة اذ (لاشک فی ان سلب القدرة عما ذکر) من الظلم والسفه والكذب (ھو مذھب المعتزلة و	صاحب عمدہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ظلم سفاہت اور کذب کے ساتھ موصوف نہیں ہیں کیونکہ محال قدرت کے تحت داخل نہیں ہے یعنی قدرتِ الٰہی کے ساتھ متعلق ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ ان سب مذکورہ امور پر قدرت رکھتے ہیں البتہ کرتے نہیں ہیں (یہاں پر عمدہ کا کلام پورا ہوا) معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عمدہ نے جو معتزلہ کا عقیدہ نقل کیا ہے وہ ان پر الٹ گیا کیونکہ یہ بات بلاشک و شبہ ہے کہ ظلم سفاہت اور کذب پر باری تعالیٰ کی عدم

اما ثبوتہا) ای القدرة علی ما ذکر (ثم الامتناع عن متعلقها) اختیارا (فبمذهب) ای فهو بمذهب (الاشاعرة ألیق) منه بمذهب المعتزلة (و) لا یخفی ان هذا الالیق ادخل فی التنزیه ایضا اذ (لاشك) فی (ان الامتناع عنها) ای عن المذکورات من الظلم والسفه والکذب (من باب التنزیهات) عما لایلیق بجناب قدسه تعالی

مسامرہ ۱۸۹

قدرت کا عقیدہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان پر قدرت باری تعالیٰ کا ثبوت پھر ان کے متعلق سے امتناع معتزلہ کے بجائے اشاعرہ (یعنی اہلسنّت) کے مذہب کے زیادہ لائق ہے۔ اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مذکورہ لیاقت کو اللہ تعالیٰ کی عیوب سے تنزیہ میں بہت زیادہ دخل حاصل ہے کیونکہ ظلم سفاہت اور کذب جیسے امور سے بالفعل امتناع اللہ تعالیٰ کی شان کے غیر مناسب امور سے تنزیہ کے باب سے ہے۔

ملاحظہ فرمائیے اہل سنت کے عقائد پر مشتمل مشہور کتاب میں کس وضاحت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظلم و کذب وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کو قدرت تو حاصل ہے البتہ اللہ تعالیٰ سے ان کا صدور نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے انکا وقوع وصدور ممتنع اور محال ہے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے اپنی ایک عبارت میں اہلسنّت کا یہی عقیدہ ذکر کیا تھا۔ احمد رضا خان صاحب نے نہ صرف اس کا انکار کیا بلکہ

کھلی تلبیس سے کام لیتے ہوئے اور صدورِ قبائح[عہ] اور قدرت علی القبائح کے درمیان فرق کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی طرف محض اپنی اختراع سے اللہ تعالیٰ کی شان میں عقائد منسوب کیے اور ذرا خیال نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے الفاظ کا استعمال ادب کے دائرہ میں آتا ہے یا بے ادبی کے دائرہ میں حالانکہ عام آدمی بھی کسی کے کفر کو نقل کرنے میں محتاط ہوتا ہے۔ لیکن احمد رضا خان صاحب کی اس باب میں جولانیٔ طبع ملاحظہ ہو۔

موصوف لکھتے ہیں:

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے .... اس کا (یعنی جسکا) سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے کو جس کی بات پر اعتبار نہیں نہ اس کی کتاب قابل استناد نہ اس کا دین لائق اعتماد۔ ایسے کو جس میں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیئت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے۔ ایسے کو جس کا علم حاصل کئے سے حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اُونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا پینا، پیشاب کرنا پاخانہ پھرنا، ناچنا تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور کرفی کی علامتیں بالفعل

عہ صدور قبائح (یعنی بُری باتوں کا واقع ہونا) اور قدرت علی القبائح (بُری باتوں پر قدرت کا ہونا)

رکھتا ہے صمد نہیں جوف دار کھکل ہے۔ سبوح قدوس نہیں جنبش مشکل ہے
یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ
کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر
بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے، اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب
ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے
ہے برجھا کی طرح چوسکتا ہے۔ الخ

(فتاوی رضویہ ص ۷۹/ج ۱ مطبوعہ لائلپور)

احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت کی مزید تشریح ان کے ایک معتقد عبدالرحمن
بیتھوی کی زبانی سنیئے اور سر پکڑ لیجئے۔ لکھتے ہیں:

"آدمی تو عورت سے بھی ہے۔ اگر تمہارا ساختہ خدا عورت کی قدرت سے
گھٹ رہا تو اور بھی گیا گزرا ہوا۔ عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارے
امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا
کرا سکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ کھٹو
تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا، پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے؟ اب
آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا، خنثیٰ
خدا کے پجاریو کیوں سبوح قدوس کے بندوں سے الجھتے ہو۔ مورتی
پوجن والے ہندو تو ناحق الگ الگ لنگ اور جلہری بنانے کے سودے
میں پڑے ہو۔ مقدس مدرسہ دیوبند میں آؤ کہ دونوں علامتیں ایک
ہی معبود میں پاؤ۔

لطیفہ تعجب تھا کہ خدا کے لیے آلۂ مردمی ہو تو اس کے مقابل
عورت کہاں سے آئے گی، اندام زنی ہو تو اس کے لائق اسے مرد

کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود و بے انتہا ہوگی یوں تو ایک
خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا ڈبل خدا ماننا
ہوگا جو دوسری ہوس بھر سکے۔

افسوس وہابیہ کا ساختہ خدا کہاں کہاں آدمی کی ریس کرے گا۔
امکان جہت کی خباثت ان کے معبود کو بے ناچ نچائے نہ چھوڑے
گی۔ ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے لحظہ لحظہ کس قدر
اپنی جہتیں بدلتی ہے اگر ان کا معبود یوں ہی نہ گھوم سکا تو رنڈی سے
بھی گیا گزرا، اور واقعی بقول دربھنگی صاحب کے تعلیمی باپ محمود الحسن
دیوبندی صاحب کے جب یہ کلیہ ہے کہ انسان جو کچھ اپنے لیے کر
سکے ان کا معبود اپنے لیے کر سکتا ہے تو مشعلچی کی طرح رنڈی کے
ساتھ گھومے گا بھی۔ خود بھی ناچے گا اور ڈگڈگی بجا کر بندر نچا کر اسے
اپنے پاس گھمائے گا بھی، نٹ کی طرح بانس پر چڑھ کر کلا کھیلے گا۔
کیا کچھ نہ کر سکے گا۔ ایسے تماشے معبود پر اف اور اس کے اعجوبہ پرست
عابدوں پر تف مگر سخت عجب یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں چار رنڈیاں
ناچتی ہوں اور آن واحد میں وہ چار جہات مختلفہ کو اپنی سمت بدلیں
ان کا خدا اگر اس وقت ایک ہی سمت بدل سکا تو تین رنڈیوں کے
فعل پر قادر نہ ہوا اور اگر آن واحد میں چاروں سمت کو بدلا تو یہ رنڈیاں
تو چار تھیں انہوں نے ایک ایک جہت بانٹ لی۔ یہ کہ واحد کہلاتا
ہے کدھر سے اپنے چار ٹکڑے کرے گا۔ ایک آن میں چار جہتیں
کیسے بدلے گا؟" (پیکان جانگداز از عبدالرحمن بیتھوی)

اگر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی بات کو غلط ہی بتانا تھا حالانکہ

جیسا کہ ہم نے حوالہ سے ثابت کیا وہ غلط نہ تھی) تو علمی سنجیدگی کے ساتھ بھی بات کہی جا سکتی تھی جیسا کہ کسی علمی بحث و تنقید کا تقاضا ہوتا ہے لیکن احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکار نے علمی سنجیدگی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمسخر کا ایسا فحش انداز اختیار کیا ہے کہ عقل سر پیٹ کر رہ جاتی ہے اور وہ بھی خدائے تعالیٰ کے بارے میں کہ جسے نقل کرتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے۔

اس کے علاوہ جو ایک اہم بات ہے وہ یہ کہ کھانا پینا، پیشاب پاخانہ کرنا، جماع کرنا، پھیلنا سکڑنا، خودکشی کرنا وغیرہ جتنے افعال ہیں ان کے لیے جسم کا ہونا ضروری ہے اور یہ جسمانی تقاضے ہیں جبکہ یہ بات سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت اور حاجت و ضرورت سے منزہ ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو تو جان سکتے ہیں البتہ اس کی ذات کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے تو اللہ تعالیٰ کی صفت کلام اور صفتِ قدرت کے بارے میں اہلسنّت والجماعت کا عقیدہ پیش کیا تھا جب کہ احمد رضا خان صاحب نے اپنے اعتراض میں اصل بات سے بالکل ہٹ کر جسم و ذات سے متعلق افعال کا ذکر کیا ہے۔

فیا للعجب

دوسرا باب

احمد رضا خان صاحب کے ترجمۂ قرآن کی غلطیاں

II احمد رضا خان صاحب نے یہ ترجمہ بلا سوچ اور کتب تفسیر و لغت کی طرف مراجعت کیے بغیر طبعی کسلمندی کے اوقات میں املا کرایا۔ اسی وجہ سے ان کے ترجمہ میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اس بات کی وضاحت اگلے بیان میں آ رہی ہے۔ ان اغلاط کی تعداد تو اگرچہ بہت زیادہ ہے لیکن ہم چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ سورۂ بروج آیت نمبر ۱۵

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ

احمد رضا خان صاحب نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے: ”عزت والے عرش کا مالک“ یعنی احمد رضا خان صاحب نے المجیدُ کو العرش کی صفت بنایا حالانکہ المجیدُ کی دال پر پیش کے ساتھ یہ العرش کی صفت بن ہی نہیں سکتی بلکہ ذوالعرش اور المجید یہ دو اللہ تعالےٰ کی علیحدہ علیحدہ صفات ہیں۔

لہٰذا صحیح ترجمہ یہ ہے: ”عرش کا مالک۔ بڑی شان والا۔“

۲۔ سورۂ نحل آیت نمبر ۵۳

وما بكم من نعمة فمن الله ثم اذا مسكم

الضر فالیہ تجئرون

احمد رضا خان صاحب اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں : اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو۔

احمد رضا خان صاحب نے یہاں تجئرون کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ اس کا ترجمہ چلانا شور کرنا اور فریاد کرنا ہے پناہ لینا نہیں۔

لہٰذا صحیح ترجمہ یوں ہے : " پھر جب پہنچتی ہے تم کو سختی تو اس کی طرف چلاتے ہو (فریاد کرتے ہو)

مفردات امام راغب میں ہے جَأَرَ اذا افرط فی الدعا والتضرع تشبیها بجوار الوحشیات کالظباء ونحوها۔

(جأرَ کہتے ہیں جبکہ آہ وزاری میں زیادتی کرے۔ وحشی جانور مثل ہرنوں کے رونے اور شور کرنے کے ساتھ مشابہت کی بنا پر ایسے کہا جاتا ہے۔)

(۳) سورۂ رحمٰن آیت نمبر ۳۳

یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن

احمد رضا خان صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں، اے جن وانسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔

احمد رضا خان صاحب نے لا تنفذون الا بسلطن کا ترجمہ یوں کیا "جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے"۔

یہ ترجمہ بالکل ہی غلط ہے اور قرآن پاک کی عربی عبارت سے اس کو کچھ بھی مناسبت

نہیں ہے اس حصے کا صحیح ترجمہ یوں ہے : " بغیر زور کے نہیں نکل سکتے"۔ یہ ترجمہ عربی متن کے عین مطابق ہے۔ نتیجے کے اعتبار سے دونوں ترجموں میں بڑا فرق ہے۔

احمد رضا خان صاحب کے ترجمے کے مطابق جن وانس آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہیں جب کہ صحیح ترجمہ کے مطابق آسمانوں اور زمین کی حدود سے نکلنے کے لیے زور وقوت چاہیئے اور وہ زور وقوت جن وانس کے پاس موجود نہیں۔

۴۔ سورۂ طارق آیت نمبر ۶

فلینظر الانسان مم خلق۔ خلق من ماء دافق

احمد رضا خان صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں : تو چاہیئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا جست کرتے پانی سے۔

اپنے لفظی ترجمہ میں احمد رضا خان صاحب نے دوسرے خُلِقَ کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا حالانکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں لفظ خُلِقَ (بنایا گیا) کو دوبارہ ذکر کیا ہے تو وہ بلا حکمت تو نہیں ذکر کیا۔ لیکن احمد رضا خان صاحب نے اس لفظ کو تکرار بے فائدہ سمجھ کر اس کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا۔

مثالیں تو اور بہت سی ہیں لیکن چونکہ ہمارا مقصد اختصار ہے لہٰذا فقط انہیں مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تیسرا باب

احمد رضا خان صاحب کا اہلسنت کے مخالف ترجمۂ قرآن

احمد رضا خان صاحب کے ترجمۂ قرآن کی غلطیاں آپ نے ملاحظہ کیں۔ احمد رضا خان صاحب سے یہ غلطیاں کیوں ہوئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب نے ترجمہ کرنے کے لیے کچھ زحمت نہیں کی۔ فی البدیہہ ترجمہ املا کرایا اور وہ بھی جب کہ طبیعت تھکی ہوئی ہو:

چنانچہ احمد رضا خان صاحب کے سوانح نگار بدرالدین احمد رضوی لکھتے ہیں:

"صدر الشریعۃ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔ آپ نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے مشاغل دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعۃ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے اس لیے آپ رات سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعۃ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہوگیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا

ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعۃ اس کو لکھتے رہتے لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر و لغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانی سے پڑھتا جاتا ہے۔"

(سوانح اعلیحضرت امام احمد رضا بحوالہ نقد وتبصرہ بر کنز الایمان ص ۲۷۴/۱۱)

اس اقتباس سے یہ بات نکلتی ہے کہ قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ ترجمہ کیا گیا۔ اس کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ اس سے پیشتر جو تراجم تھے وہ صحیح نہ تھے حالانکہ جو اردو تراجم اس وقت موجود تھے ان میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے دو جلیل القدر صاحبزادوں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین رحمہما اللہ کے تراجم بلا شک و شبہ کے بالکل صحیح اور انتہائی محتاط تراجم تھے۔ کوئی بھی ان کے کسی مقام پر انگلی رکھنے کی جرأت نہ کر سکا ہے۔ لہٰذا مذکور ضرورت تو نہ تھی۔ البتہ احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کے جو عقائد تھے وہ چونکہ ان تراجم سے ثابت نہ ہوتے تھے لہٰذا احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کو ایسے ترجمہ کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں اپنے عقائد کو داخل کر دیا جائے۔

اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ کے ساتھ احمد رضا خان صاحب کے ایک خلیفہ نعیم الدین مراد آبادی صاحب کی تفسیر بھی چھپی ہے۔

آیت قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم

الغیب ولا اقول لکم انی ملک کے تحت نعیم الدین صاحب مراد آبادی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

"کفار کا طریقہ یہ تھا کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے سوالات کیا کرتے تھے کبھی کہتے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سی دولت اور مال دیجئے کہ ہم کبھی محتاج نہ ہوں۔ ہمارے لیے پہاڑوں کو سونا کر دیجئے۔ کبھی کہتے کہ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں سنائیے اور ہمیں ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کیا کیا پیش آئیگا تاکہ ہم منافع حاصل کرلیں اور نقصانوں سے بچنے کے پہلے سے انتظام کرلیں کبھی کہتے ہمیں قیامت کا وقت بتائیے کب آئے گی۔ کبھی کہتے آپ کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے بھی ہیں نکاح بھی کرتے ہیں ان کی ان تمام باتوں کا اس (یعنی مندرجہ بالا) آیت میں جواب دیا گیا کہ یہ کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے کیونکہ جو شخص کسی امر کا مدعی ہو اس سے وہی باتیں دریافت کی جا سکتی ہیں جو اس کے دعوٰی سے تعلق رکھتی ہیں۔ غیر متعلق باتوں کا دریافت کرنا اور ان کو اس دعوٰی کے خلاف حجت بنانا انتہا درجہ کا جہل ہے اس لیے ارشاد ہوا کہ آپ فرما دیجئے کہ میرا دعوٰی یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور میں اس کی طرف التفات نہ کروں تو رسالت سے منکر ہو جاؤ نہ میرا دعوٰی ذاتی غیب دانی کا ہے کہ اگر میں تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں عذر کر سکو نہ میں نے فرشتہ ہونے کا دعوٰی کیا ہے کہ کھانا پینا نکاح کرنا قابل اعتراض

ہو۔ تو جن چیزوں کا دعوٰی ہی نہیں کیا ان کا سوال بے محل ہے اس کی اجابت مجھ پر لازم نہیں۔ میرا دعوٰی نبوت و رسالت کا ہے" (خزائن العرفان)

نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی یہ بات صحیح نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوٰی فقط نبوت و رسالت کا تھا بلکہ جتنے بھی ضروری عقائد ہوتے ہیں نبی و رسول کی جانب سے ان سب کا دعوٰی ہی ہوتا ہے۔ اور احمد رضا خان صاحب اور نعیم الدین صاحب مراد آبادی دونوں ہی کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیب کا علم تھا اور دنیا و آخرت کے تمام خزانے بھی آپ کے پاس تھے۔

علم غیب کلی سے متعلق احمد رضا خان صاحب کا عقیدہ

ا۔ ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت پر اطلاع تام حاصل الا ماشاء اللہ (اعتقاد الاحباب ص۴۲)

ب۔ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالٰی نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔ (انباء المصطفٰی)

ج۔ جنہیں دلوں کے ارادوں خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے جن سے اللہ عزّ وجلّ نے ما کان و ما یکون کا کوئی ذرّہ نہیں چھپایا۔ (حدائق بخشش حصہ سوم۔ مقدمہ)

دنیا و آخرت کے خزانوں کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کا عقیدہ۔

ا۔ "حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں، دنیا و آخرت کی مرادیں سب حضور کے اختیار میں ہیں" (برکات الامداد)

ب ۔ یہی صدر الشریعہ امجد علی جنہوں نے اصرار کر کے احمد رضا خان صاحب سے قرآنِ پاک کا ترجمہ کروایا اپنی کتاب ——— بہارِ شریعت میں یہ عقیدہ لکھتے ہیں :

" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزّوجل کے نائب مطلق ہیں ۔ تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت تصرف کر دیا گیا ۔ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں ۔ تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمام زمین ان کی ملک ہے ۔ تمام جنّت ان کی جاگیر ہے ۔ ملکوت السموٰت والارض حضورؐ کے زیر فرمان ۔ جنّت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں ۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں ۔ دنیا و آخرت حضورؐ کی عطا کا ایک حصّہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ "

جب احمد رضا خان صاحب اور نعیم الدین مراد آبادی صاحب دونوں ہی کے نزدیک یہ عقیدے وہ ہیں کہ ان کو نہ ماننے والا گمراہ ہوتا ہے تو پھر تو ان دونوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دعوٰی بھی ضرور کیا ہوگا ۔ کیونکہ کوئی آپ کو نبی و رسول تو مانے لیکن ان مذکورہ دو وصفوں کے ساتھ متصف نہ مانے تو ان دونوں کے نزدیک وہ ایمان کامل اور قابل اعتبار نہیں ۔ چاہے یہ دونوں اوصاف آپ کو اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ہی حاصل ہوئے ہوں ۔

اب اگر بقول احمد رضا خان صاحب اور نعیم الدین مراد آبادی صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عقائد کے دعوٰی کی روشنی میں کفار نے آپ سے مال و دولت کا سوال کیا یا آپ سے قیامت کے کب واقع ہونے کا سوال کیا

یا کوئی اور گزشتہ و آئندہ کی کوئی بات پوچھی تو نعیم الدین مراد آبادی صاحب کا یہ کہنا کہ " کفار کا یہ کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے " خود ہی بہت بے محل ہے بلکہ ان لوگوں کے عقائد کے مطابق تو کفار کا مطالبہ انتہائی برمحل ہوا ۔

کفار کے مطالبے کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ میرا دعوٰی یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اپنے دعوٰی سے پھرنا اور اس طرح قرآن کو جھٹلانا ہوا نعوذ باللہ من ذلک ۔ اور اسی طرح ان کے جواب میں یہ کہنا کہ " نہ میرا دعوٰی ذاتی غیب دانی کا ہے " بھی العیاذ باللہ کفار کے ہاتھ میں قرآن کو کھیل بنانا ہوا کیونکہ کفار نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اگر آپ کو بغیر اللہ کے دیئے محض اپنی ذات سے غیب کا علم ہے تو ہمیں ان باتوں کی خبر دیجئے بلکہ ان کا مطالبہ مطلق تھا کہ آپ کو جیسے بھی علم غیب حاصل ہو ۔ حاصل تو ہے لہٰذا ہمیں ان باتوں کا جواب دیجئے ۔

اس ساری خرابی کی وجہ احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کے یہ غلط عقیدے ہیں جن کا اہلسنّت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے ۔ دیکھئے احمد رضا خان صاحب نے اپنے ان عقیدوں کو ان آیات کے ترجمے میں کس بے جوڑ طریقے سے داخل کرنے کی کوشش ہے ۔

ا ۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا أعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ۔

تم فرما دو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں ۔ (ترجمہ احمد رضا خان)

احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ میں " نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا

ہوں"۔ آپ کا لفظ ان کے مخصوص عقیدے کی ترجمانی کے لیے ہے ورنہ قرآن پاک کے متن میں اس لفظ کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ اس کے برعکس اگر قرآنِ پاک کی اس آیت کا صحیح ترجمہ کیا جائے تو اس سے اگرچہ احمد رضا خان کے غلط عقائد کی تردید ہوتی ہے لیکن جو مذکورہ خرابیاں لازم آتی تھیں ان کا بھی دفعیہ ہو جاتا ہے۔

صحیح ترجمہ یہ ہے:

"آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو (جو کہ معلوماتِ الٰہیہ ہیں) جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں"

اس صحیح ترجمہ کو سامنے رکھیے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ اس وقت کفار کا کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم غیب کلی کا دعویٰ ہی نہیں کیا تو پھر یہ توقع کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مرضی کی ہر ہر بات کا جواب دیں انتہائی جہالت ہے۔

۲۔ قل لا املك لنفسی ضرا و لا نفعا الا ماشاء اللہ۔

اس آیت کا احمد رضا خان صاحب ترجمہ فرماتے ہیں:

"تم فرماؤ میں اپنی جان کے برے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے (کنزالایمان)

اس ترجمہ میں ذاتی کے لفظ کا اضافہ۔ اگرچہ قرآن پاک کے متن میں اس کے مقابلے میں کوئی بھی لفظ نہیں ہے ____

____ احمد رضا خان صاحب کے اہلسنت کے مخالف عقیدہ کی ترجمانی کے لیے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں خود بخود تو نہیں البتہ اللہ کے دیے سے اپنے

لیے ہر نفع و نقصان کا اختیار رکھتا ہوں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہلوایا گیا ہے کفار کے اس قول کے جواب میں۔

و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین

احمد رضا خان صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ کفار عذاب کی وعیدیں سن کر بقصدِ تکذیب کہتے ہیں کہ اے نبی اور اے مسلمانو یہ عذاب کا وعدہ کب واقع ہوگا۔ اگر تم سچے ہو تو واقع کیوں نہیں کرا دیتے۔

کفار کے اس مطالبہ پر آیت نازل ہوئی قل لا املك لنفسی ضرا و لا نفعا الا ماشاء اللہ۔ احمد رضا خان صاحب کے ترجمے کی روشنی میں جواب یوں بنے گا کہ میں ذاتی طور پر نہیں بلکہ اللہ کے دیے سے اپنے لیے تمام نفع و نقصان کا مالک ہوں۔ اور احمد رضا خان صاحب کے عقیدے کے مطابق اس سے بڑھ کر یوں ہوگا کہ میں اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی ہر نفع و نقصان کا مالک ہوں اگرچہ خود بخود اپنی ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ کے دیئے سے یہ اختیار مجھے حاصل ہے۔ (نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے دیئے سے مجھے تمہارے اوپر عذاب واقع کرنے کی قدرت ہے)۔

غور فرمائیے کیا سوال اور جواب میں کوئی مطابقت ہے؟ ہرگز نہیں ۔ یہ عدم مطابقت کی خرابی اور وہ بھی قرآن پاک میں العیاذ باللہ محض احمد رضا خان صاحب کے غلط عقیدہ اور غلط ترجمہ کی وجہ سے پیدا ہوئی۔

صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذاتِ خاص کے لیے تو کسی ضرر کا اور کسی نفع

کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔

مطلب یہ ہے کہ میں خود اپنی ذاتِ خاص کے لیے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار رکھتا ہی نہیں ۔ مگر جتنا اختیار خدا کو منظور ہوا اتنا اختیار البتہ حاصل ہے ۔ پس جب خاص اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کے نفع و نقصان کا تو کیوں کر مالک ہوں گا پس عذاب واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں رہا۔

اس ترجمہ اور مطلب کی روشنی میں قرآن پاک کو کیسی عصمت حاصل ہوتی ہے اگرچہ احمد رضا خان صاحب کے باطل عقیدے کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

چوتھا باب

احمد رضا خان صاحب کا شوقِ تکفیر اور علمی خیانتیں

حصّہ اوّل : مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی تکفیر

احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین کے نام سے ایک فتویٰ مرتب کیا اور اس پر حرمین کے بہت سے علماء سے تصدیقیں حاصل کیں ۔ اس فتویٰ میں جہاں مرزا قادیانی پر گرفت کی وہیں بعض اہلِ حق کو بھی تکفیر کا نشانہ بنایا۔ ان اہلِ حق میں سے ایک مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بھی ہیں ۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ ان کی تکفیر خود اپنی بنائی ہوئی عبارت پر کی حالانکہ خود اپنی بنائی ہوئی عبارت بھی قواعد کی رُو سے تکفیر کی وجہ نہیں بن سکتی۔

احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں یوں لکھا :-

” اور قاسمیہ، قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے ” بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا ۔ عوام کے خیال

ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم و تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ "

آگے لکھتے ہیں :

" حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانہ میں پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے "

(حسام الحرمین ص۱۰۱)

اس عبارت کا عربی ترجمہ جو خود احمد رضا خان صاحب کا کیا ہوا ہے ملاحظہ فرمائیں :-

والقاسمية المنسوبة الى قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وهو القائل فيه ولو فرض فی زمنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بل لو حدث بعده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبی جدید لم یخل ذلك بخاتمیته ـ وانما یتخیل العوام انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انه لا فضل فیه اصلا عند اهل الفهم ـ (حسام الحرمین ص۱۰۰)

احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت سے مولانا قاسم نانوتویؒ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا منکر اور نتیجتاً کافر بنایا۔

اگر یہ عبارت بعینہٖ اسی طرح بھی ہوتی تب بھی یہ عبارت کفر کے معنی میں حتمی اور قطعی نہیں کیونکہ خاتمیت فقط زمانے کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین زمانے کے اعتبار سے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے آخر میں آنے والے نبی ہیں۔ اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے مراتب ختم ہیں۔

مولانا روم رحمہ اللہ بھی خاتمیت مرتبی کا ذکر کرتے ہیں۔

بہر این خاتم شد است او کہ بجود   مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست   نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

ترجمہ : اس فیض کی سخاوت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں نہ آپ کی مانند کوئی کامل پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیا کوئی شخص کسی فن میں کمال حاصل کرلے تو یہ نہیں کہتا کہ تم پر ہر فن ختم ہے۔

احمد رضا خان صاحب کی دی ہوئی عبارت کے پہلے دو جملوں میں واضح ہے کہ خاتمیت زمانے کے اعتبار سے مراد نہیں لی جارہی بلکہ مرتبہ و مقام کے اعتبار سے خاتمیت مراد لی گئی ہے یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ و مقام کے اعتبار سے تمام انبیاء پر فائق ہیں یہاں تک کہ اگر بالفرض خود آپ کے زمانے میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو مرتبہ و مقام کے اعتبار سے آپ کی خاتمیت مرتبی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ (رہی یہ بات کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے تو مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں اس کی صراحت کے ساتھ نفی کی ہے جیسا کہ ان کے حوالہ سے آگے معلوم ہوگا) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتبے کے اعتبار سے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آئے اور اگر بالفرض کوئی آئندہ ہوتا تو ان سب کی

نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے طفیل ہے۔ اس معنی میں خاتمیت کی بڑی شان اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے جبکہ آگے یا پیچھے آنے میں بالذات یعنی محض پہلے آنے میں یا بعد میں آنے میں خود اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی فضیلت نہیں ہوئی البتہ اگر فضیلت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ اور معنی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اصطلاح میں اس کو بالعرض کہتے ہیں یعنی تقدم و تاخر زمانہ میں بالذات فضیلت نہیں لیکن بالعرض ہو سکتی ہے۔

اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ ایک شخص کسی نیک کام میں سبقت کرتا ہے مثلاً کسی خیر کے کام میں سب سے پہلے خرچ کرتا ہے بعد میں اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اولاً کرنے والے کو جو فضیلت حاصل ہوتی ہے وہ فقط اولیت کی بناء پر نہیں ہے بلکہ اس بناء پر ہے کہ اس نے نیک کام اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں سب سے زیادہ مستعدی کا مظاہرہ کیا۔ ورنہ محض اولیت تو برے کاموں کو کرنے میں بھی پائی جاتی ہے حالانکہ اس میں کوئی فضیلت نہیں ہوتی بلکہ اس میں تو معاملہ الٹ ہوتا ہے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محض آخر میں آنے میں نفس تاخیر کے اعتبار سے فضیلت نہیں البتہ اس اعتبار سے فضیلت ضرور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرتبہ کے اعتبار سے خاتمیت کا وہ (یعنی خاتمیت زمانی) تقاضا ہے۔ یعنی خاتمیت مرتبی کا تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نیا نبی نہ ہو۔

احمد رضا خان صاحب نے جو عبارت بنائی اور مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی اس کا مضمون یہ ہے جو ہم نے بیان کیا اس کے علاوہ خود احمد رضا خان صاحب کی دی ہوئی عبارت میں یا کسی اور عبارت میں مولانا نانوتوی

نے خاتمیت زمانی کا کہیں بھی انکار نہیں کیا۔ اب اس میں کفر کی کونسی بات ہے ہمیں تو کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی اور نہ ہی کسی انصاف پسند کو وہ ملے گی۔

احمد رضا خان صاحب کی تکفیر کی اس وقت تو کوئی بنیاد ہوتی جب وہ ثابت کرتے کہ خاتمیت فقط زمانے کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ لیکن جب انہوں نے اس سے کوئی تعرض ہی نہیں کیا اور خاتمیت مرتبی کا انکار بھی نہیں کیا تو پھر ان کا کفر کا فتویٰ لگانا بھی محض اپنے اختراعی الزام پر ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

یہاں ہم بعض قارئین کو پیش آنے والے ایک اشکال کو بھی حل کرتے چلیں۔ وہ اشکال یہ ہے کہ جب مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ خاتمیت زمانی کے منکر نہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو پھر انہوں نے آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے کو فرض کیوں کیا۔ اگر وہ فرض نہ کرتے تو یہ اختلاف ہی پیدا نہ ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو محال ہوتا ہے خواہ وہ عقلی ہو یا شرعی اسکو فرض کرنا منع نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا محال شرعی ہے لیکن خود حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر ولکن لا نبی بعدی (ترجمہ: اگر (بالفرض) میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے)۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک محال شرعی کو فرض کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس طرح فرض کرنا جائز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح علم شریعت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان بتانے کے لیے کیا۔ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے بھی ترتیب نبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

شان بتانے کے لیے محال کو فرض کیا۔

احمد رضا خان صاحب نے یہ عبارت کس طرح بنائی

احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں مذکورہ عبارت تحذیر الناس سے نقل کی اور پڑھنے والے کو یہ ایک مسلسل عبارت معلوم ہوتی ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تحذیر الناس کے مختلف حصّوں سے لیے ہوئے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک عبارت بنائی گئی ہے۔ حالانکہ اگر ان ٹکڑوں کو ان کے سیاق و سباق میں لیا جائے تو احمد رضا خان صاحب کے زعم میں بھی جو بنائے تکفیر ہے وہ بھی باقی نہیں رہتی۔

حسام الحرمین میں احمد رضا خان صاحب کی دی ہوئی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمائیں

"بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"

اب مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کی اصل کتاب تحذیر الناس کی طرف مراجعت فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ مذکورہ عبارت کا پہلا حصّہ یعنی

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۱۸ (مطبوعہ دارالاشاعت کراچی) کی عبارت ہے۔

<u>عبارت کا دوسرا حصّہ یعنی</u>

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

اس کتاب کے صفحہ ۳۴ کی عبارت ہے۔

<u>عبارت کا تیسرا حصّہ یعنی</u>

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"

اس کتاب کے صفحہ ۴ کی عبارت ہے۔

اب عبارت کے آخری حصّے کو اس کے سیاق و سباق کے ساتھ پڑھئے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں ـــــ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخر میں نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ـــــ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔ پر جملہ ما کان محمد

ابا احد من رجالکم او رجملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہیں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے پر عطف کیا ——— بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور افضلیتِ نبوی دوبالا ہو جاتی ہے ——— سو اسی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض - اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں - آپ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے - غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور انبیاء کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا - ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے - علاوہ ازیں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔"

(تحذیر الناس ص۴)

ملاحظہ فرمائیے مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کس صراحت کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں کہ خاتمیت مرتبی کو تاخر زمانی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخر میں نبی ہونا لازم آتا ہے اور نبوت کے جھوٹے دعویٰ کا سدِ باب بھی لازم آتا ہے۔ ختمِ نبوت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخر میں ہونا اور آپ کے

بعد کسی اور نبی کا مبعوث نہ ہونا کس طرح لازم آتا ہے - اس کو خود مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں پڑھیئے -

" جب نبوت کمالاتِ علمی میں سے ہوئی اور دربارہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات ہوئی تو دربارہ نبوت بھی آپ موصوف بالذات ہوں گے ——— ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ملا جو تبیاناً لکل شئی ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ اس فن میں یکتا ہیں کیونکہ ہر شخص کا اعجاز اسی فن میں متصور ہے جس فن میں اور اس کے شریک نہ ہوں اور وہ اس میں یکتا ہو مثلاً خوشنویس کے سامنے اگر اور عاجز ہوتے ہیں تو اچھے خوش قطعہ کے لکھنے ہی میں عاجز ہوتے ہیں اور (یعنی دیگر) فنون میں عاجز نہیں سمجھے جاتے بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول یا وسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دینِ محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود (اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا ——— ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبت ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے - یہ نہیں تو وہ بھی نہیں - اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور

ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضۂ علوم کیا جاتا۔ ورنہ نبوت کے
پھر کیا معنی۔ سو اس صورت میں اگر وحی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ
محکم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون کے جو بنسبت
اس کتاب کے جس کو قرآن کہیئے اور بشہادت آیت ونزلنا
علیك الكتاب تبیانا لكل شئ جامع العلوم ہے کیا ضرورت
تھی۔ اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس
کتاب کا تبیانا لکل شئ ہونا غلط ہو جاتا۔

بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لیے ایسی ہی کتاب
جامع چاہیئے تھی ——— ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض
(یعنی خاتمیت مرتبی) کو تاخر زمانی (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب
سے آخر میں ہونا) لازم ہے"۔ (تحذیر الناس ص ۹ تا ۱۱)

قارئین ملاحظہ فرمائیں: مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
لیے خاتمیت مرتبی کے ساتھ ساتھ خاتمیت زمانی کو کس طرح کھول کھول کر ثابت کر
رہے ہیں اس طرح سے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی
کے بعض دعوؤں اور دلائل کا جواب پہلے ہی سے مہیا کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود
خود مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کو ختم نبوت کے انکار کا الزام دینا بہت بڑی ناانصافی اور بہت
بڑا ظلم ہے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سجادہ نشین بھیرہ کا تبصرہ

پیر کرم شاہ صاحب اپنے رسالہ "تحذیر الناس میری نظر میں" میں مولانا
قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے انکار ختم نبوت کے الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں
"لیکن مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ کہنا درست نہیں

سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات
بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ
مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے
اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے اس بات کو
صراحت سے ذکر کیا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی
کا منکر ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔
ص ۴۷ کے آخر میں وہ رقمطراز ہیں:

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے
ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔
ادھر تصریحات نبوی انت منی بمنزلة هارون من موسٰی
الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم
النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجہ
تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور
بسند تواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی
یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر عدد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ
الفاظ حدیث مشعرہ تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر
کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔ ص ۴۷

تحذیر الناس میری نظر میں ص ۵۹-۵۸
پیر کرم شاہ صاحب الازہری

[illegible] خود جناب پیر کرم شاہ صاحب کو تحذیر الناس پر جو اشکال ہوا ہے وہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ یہاں
ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ احمد رضا خان نے انتہائی ناانصافی سے کام (باقی اگلے صفحہ پر)

خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ کا تبصرہ

"میں نے تحذیر الناس کو دیکھا۔ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی۔ قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا ہے۔"

(ڈھول کی آواز۔ کامل الدین ص ۱۱۶)

احمد رضا خان صاحب کی ایک اور خیانت

احمد رضا خان صاحب نے ایک تو زیادتی یہ کی کہ پوری بات ذکر کیے بغیر مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ وغیرہ کی عبارات پر ناجائز تکفیر کر کے علمائے حرمین سے بھی تصدیق چاہی اور ان میں سے بعض حضرات نے تصدیق کر بھی دی۔ اور ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسا احمد رضا خان صاحب کو سچا اور دیانتدار سمجھتے ہوئے کیا۔ یہ کتنی ناانصافی ہوئی کہ حرمین شریفین کے علماء کو فریب دیا گیا۔

پھر عربی ترجمہ میں بھی خیانت کی گئی۔ اردو کی اصل عبارت یوں ہے کہ "گو اہل فہم پر روشن کہ تقدم و تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اس کا ترجمہ احمد رضا خان صاحب نے یوں کیا " آخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ

(بقیہ صفحہ سابقہ) ہے کہ مولانا نانوتوی پر ناجائز الزام لگا کر ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ جناب پیر کرم شاہ صاحب نے بھی احمد رضا خان صاحب کی تکفیر کو رد کر دیا ہے۔

اصلا عند اھل الفھم" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اہل فہم کے نزدیک آخری نبی ہونے میں سرے سے کوئی فضیلت نہیں ہے۔"

دیکھئے تحذیر الناس میں ہے کہ بالذات کچھ فضیلت نہیں اور عربی ترجمہ میں احمد رضا خان صاحب نے اس کو یوں ذکر کیا سرے سے ھ کوئی فضیلت نہیں۔ دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں کیونکہ کسی شئے میں فضیلت دو طرح سے ہو سکتی ہے بالذات اور بالعرض۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی شئے میں ان میں سے ایک طریقے سے فضیلت نہ ہو بلکہ دوسرے طریقے سے ہو۔ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے بالذات کی نفی کی بالعرض کی نفی نہیں کی۔ احمد رضا خان صاحب نے سرے سے کہہ کر دونوں طرح سے فضیلت کی نفی مولانا رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دی جو بڑی خیانت ہے۔

ھ حالانکہ بالذات کا سرے سے ترجمہ کرنا بالکل غلط ہے۔

پانچواں باب

احمد رضا خان صاحب کا شوقِ تکفیر

حصہ دوم، شہید بالاکوٹ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ پر قائم کردہ عجیب و غریب چند کفریات کا جائزہ

احمد رضا خان صاحب نے اپنے ایک رسالہ " الکوکبۃ الشہابیہ " میں شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے بارے میں یہ الزام لگایا کہ

" بالجملہ ماہ نیم ماہ و مہر نیمروز کی طرح ظاہر و زاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام (یعنی مراد شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ) پر جزما قطعا یقینا اجماعا بوجوہ کثیرہ کفر لازم ۔ اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتوٰی اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد، کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض و واجب اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب ۔"

(الکوکبۃ الشہابیہ ص۵۹-۶۰)

احمد رضا خان صاحب کی یہ عبارت تضادات کا شاہکار ہے لیکن ان تضادات کو جاننے سے پہلے ذرا ان بعض مثالوں کو ملاحظہ فرمائیے جن کو احمد رضا خان صاحب

نے شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی کفریات میں شمار کیا ہے ۔

مثال ۱

احمد رضا خان صاحب نے کفریہ ۲۳ کے تحت یہ بیان کیا کہ

" تقویۃ الایمان ص۱۴ جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانئے اس کے سوا کسی کو نہ مانئے

ص۱۶-۱۷ اللہ صاحب نے فرمایا کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔

ص۱۸ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔

ص۷ اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔

یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا اور اس کا افتراء اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر رکھ دیا - یہ کفریہ بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا ضروری ہے یوں ہی ان سب کا ماننا جزء ایمان ہے ان میں سے جسے نہ مانے گا کافر ہے ۔ ہر اردو زبان والا جانتا ہے کہ ماننا تسلیم و قبول و اعتقاد کو کہتے ہیں ۔"

(الکوکبۃ الشہابیہ ص۱۸)

احمد رضا خان صاحب نے یہ عجیب کفریہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ذمے لگایا ہے ۔ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ جیسا شخص کوئی ایسی بات کہے جس کی وجہ سے یہ کھلا بلکہ احمقانہ کفران پر لازم آئے ۔

قارئین شاہ شہید رحمہ اللہ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ فرمائیں۔

تقویۃ الایمان میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

قال اللہ تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي
إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۞

ترجمہ: اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

فائدہ: یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانئے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانئے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شرعوں میں ہے سو یہی راہ نجات کی ہے اس کے سوا اور سب راہیں غلط ہیں۔" (تقویۃ الایمان)

کوئی بھی شخص جو اردو زبان سے واقفیت رکھتا ہو شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ مطلب کبھی نہیں سمجھ سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز کو ماننے سے منع کر رہے ہیں۔ جب آیت میں آگے یوں ہے کہ "سو بندگی کرو میری" تو یہ اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ ماننے کے لائق سے مراد ہے معبود ماننے کے لائق لہٰذا "کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے" سے واضح طور پر مراد ہے "کوئی معبود ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے" اور شرک بھی یہ ہوتا ہے کہ معبودیت والوہیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی مانا جائے۔ کسی کو ایسے طور سے ماننا کہ اس میں اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہونا نہ آتا ہو اس آیت کے مضمون سے ہی خارج ہے کیونکہ وہ شرک کی تعریف میں ہی داخل نہیں ہے۔ بلا وجہ ایک سیدھی سی بات کو غلط مفہوم دینا انصاف کی بات نہیں ہے۔

اسی طرح تقویۃ الایمان میں شاہ شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اخرج احمد عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فی تفسیر

قول اللہ تعالیٰ عز وجل واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم قال جمعهم فجعلهم ازواجا ثم صورهم فاستنطقهم فتكلموا ثم اخذ عليهم العهد والميثاق واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى قال فانى اشهد عليكم السموات السبع والارضين السبع واشهد عليكم اباكم آدم شهدنا ان تقولوا يوم القيامة انا كنا عن هذا غفلين لم نعلم بهذا اعلموا انه لا اله غيري ولا رب غيري ولا تشركوا بي شيئا انى سارسل اليكم رسلي يذكرونكم عهدي وميثاقي وانزل عليكم كتبي قالوا شهدنا بانك ربنا والهنا لا رب لنا غيرك ولا اله لنا غيرك۔

ترجمہ: مشکوٰۃ کے باب الایمان بالقدر میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ ابی بن کعب نے اس آیت کی تفسیر میں واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم فرمایا کہ اللہ نے اولاد آدم کی اکٹھی کی۔ پھر ان کی مثلیں لگائیں پھر ان کی صورت بنائی پھر ان کو بولنے کی طاقت دی سو بولنے لگے پھر ان سے قول وعہد لیا اور ان کی جان پر ان سے اقرار یہ کروایا کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا۔ بولے کیوں نہیں۔ فرمایا سو میں گواہ کرتا ہوں تم پر ساتوں آسمانوں کو اور ساتوں زمینوں کو اور تمہارے باپ آدم کو اس واسطے کہ کہیں کہنے لگو قیامت کے دن کہ ہم نہ جانتے تھے سو یہ جان رکھو

کہ بے شک بات یوں ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے اور نہیں
کوئی مالک سوائے میرے اور مت شریک ٹھہراؤ میرا کوئی۔ بے شک میں
اب بھیجوں گا طرف تمہارے رسول اپنے کہ یاد دلادیں گے تم کو قول وقرار میرا
اور اتاروں گا تم پر کتابیں اپنی۔ بولے کہ اقرار کیا ہم نے کہ بے شک تو مالک
ہمارا ہے اور حاکم ہمارا۔ نہیں کوئی مالک ہمارا تیرے سوا اور نہیں کوئی حاکم ہمارا
تیرے سوائے۔

فائدہ: یعنی اللہ صاحب نے سورۂ اعراف میں فرمایا ہے اور جب نکالی
تیرے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد اور اقرار کروایا
ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا۔ بولے
کیوں نہیں قبول کیا ہم نے اپنے ذمہ پر۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں
کہنے لگو قیامت کے دن کہ بے شک ہم اس بات سے غافل تھے
یا کہنے لگو کہ شرک تو کیا تھا ہمارے باپ دادوں نے پہلے سے اور
ہم تھے پیچھے ان کے سو کیا برباد کرتا ہے تو ہم کو ان جھوٹوں کے
کام کے بدلے۔ یہ ترجمہ کلام اللہ کی آیت کا ہے سو اس کی
تفسیر میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ صاحب نے
ساری اولاد آدم کی اکٹھی کی ایک جگہ اور انکی جدی جدی مثلیں لگائیں
جیسے پیغمبروں کی جدی مثل اور بدکاروں کی جدی مثل اور اسی طرح کافروں
کی مثلیں لگائیں جیسے یہود و نصاریٰ اور مجوس و ہنود و علیٰ ھذا القیاس
پھر ان سب کی صورتیں بنائیں یعنی ہر کسی کی صورت جیسی دنیا میں
بنانی منظور تھی ویسی ہی وہاں ظاہر کی کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت
کسی کو سمانکا کسی کو گونگا کسی کو کانا کسی کو اندھا علیٰ ھذا القیاس پھر

ان کو بولنے کی طاقت دی پھر ان سب سے اللہ صاحب نے
یوں فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سو سب نے اقرار کیا کہ
تو ہمارا رب ہے۔ پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو
حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔ سو ان سب
نے اس سب کا قول و قرار کیا اور اللہ صاحب نے اس بات پر
آسمان و زمین و آدم کو گواہ کیا اور یہ فرمایا کہ اس قول و قرار کے یاد
دلانے کو پیغمبر آویں گے اور کتابیں لاویں گے۔ سو ہر کسی نے
جدی جدی اللہ کی توحید کا اقرار کیا اور شرک کا انکار''۔

(تقویۃ الایمان)

شاہ شہید رحمہ اللہ کی کتاب کا یہ پورا اقتباس پڑھ جائیے۔ رسولوں
کے آنے کا ذکر ہے۔ کتابوں کے نازل ہونے کا ذکر ہے تو کیا کوئی
پڑھنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ جہاں شاہ شہید رحمہ اللہ نے یہ لکھا
کہ ''میرے سوا نہ مانیو'' وہاں کیا رسولوں اور کتابوں کو نہ ماننے کا
معنی کوئی سمجھ سکتا ہے بلکہ انہوں نے لا تشرکوا بی شیئا (مت شریک
ٹھہراؤ میرا کوئی) اس کی تفسیر میں یوں کہا کہ میرے سوا نہ مانیو جس کا مطلب
یہ واضح ہے کہ ''میرے سوا کوئی شریک نہ مانیو''۔

مثال نمبر ۲

احمد رضا خان صاحب نے کفریہ نمبر ۳۰ کے عنوان کے تحت یوں تحریر کیا۔
''اللہ عزوجل فرماتا ہے تلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا
الا العالمون (ترجمہ: ہم یہ کہاوتیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے اور ان کی سمجھ
نہیں مگر عالموں کو)۔ یہ شخص غیر مقلدی اور دین الٰہی میں ہر گونہ آزادی کا پھاٹک کھولنے

کے لیے کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے قرآن سمجھنے کو علم ہرگز درکار نہیں۔ تقویۃ الایمان صـ۳
عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیئے سو یہ بات غلط ہے۔" (الکوکبۃ الشہابیہ صـ۳۰)

اوّل تو احمد رضا خان صاحب نے جس طریقے سے قرآن پاک کی مذکورہ آیت کا ترجمہ کیا ہے اس پر بڑا اعتراض آتا ہے کہ جب ان کہاوتوں کی سمجھ فقط عالموں کو ہے تو پھر تمام لوگوں کے لیے خواہ وہ عالم ہوں یا جاہل ہوں ان کہاوتوں کو بیان کرنے سے کیا فائدہ۔ کوئی بات بیان کرنا تو فقط ایسے لوگوں کے سامنے معقول ہے جو اس کی سمجھ رکھتے ہوں اور جن کو اس کی سمجھ ہی نہیں ان کے سامنے اس بات کو بیان کرنا تو عقل کے خلاف ہے۔ اس اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان میں عالم اس شخص کو سمجھا جاتا ہے جس نے بڑا علم حاصل کیا ہو یعنی بہت کچھ علوم حاصل کئے ہوں یا علوم کے ایک خاص نصاب کی تحصیل کی ہو۔ اس لیے احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ میں "عالم" کے لفظ سے عام آدمی کا ذہن ایسے ہی شخص کی طرف جائیگا جس نے بہت کچھ علوم حاصل کیے ہوں۔ حالانکہ قرآن پاک کی آیت میں العالمون کا لفظ مطلق ہے۔ جو شخص بھی کچھ علم رکھتا ہو خواہ تھوڑا یا زیادہ وہ علم والا کہلائے گا۔ اور لفظ میں یہی مراد ہے معروف عالم مراد نہیں ہیں۔ اسی لیے آیت کا بہتر ترجمہ یہ ہوگا "اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے لوگ ہی سمجھتے ہیں۔"

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات اور اسی طرح حدیث شریف دو قسموں پر ہیں۔ ایک وہ جن کا سمجھنا عام سمجھ رکھنے والے ہر شخص کے لیے آسان ہے، باقی یہ علیحدہ بات ہے کہ اتنی سمجھ رکھنے کے باوجود سمجھنے پر آمادہ نہ ہو۔ دوسری وہ جن کو سمجھنے کے لیے بہت کچھ علم کی ضرورت ہے دوسری قسم احکامِ شرعیہ سے متعلق

ہے جبکہ پہلی قسم کا تعلق توحید کی اہمیت اور شرک و کفر کی مذمت سے ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی اس کتاب میں یعنی "تقویۃ الایمان کا موضوع ہی توحید و سنت کی ضرورت و اہمیت اور شرک و بدعت کی مذمت ہے اور اس بات کو خود شاہ شہید رحمہ اللہ کے الفاظ میں پڑھیئے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"سو ہر کسی کو چاہیئے کہ توحید اور اتباعِ سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے پیچھے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں اور چاہیئے کہ جو کوئی توحید اور اتباعِ سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے بہت دور رہے، اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہی بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھے سو اس لیے کئی آیتیں اور حدیثیں کہ جن میں بیان توحید کا اور اتباع سنت کا ہے اور برائی شرک و بدعت کی ہے اس رسالہ میں جمع کیں اور ان آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ اس کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی (یعنی اردو) سلیس میں کردیا۔" (تقویۃ الایمان)

اور پھر شاہ شہید رحمہ اللہ نے یہ بات محض اپنی عقل سے نہیں کہی بلکہ قرآن پاک کی آیتیں اس پر دلیل لائے ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا کچھ سمجھنا مشکل نہیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔

ولقد انزلنا الیک اٰیٰت بیّنٰت وما یکفر بھا الا الفٰسقون۔

ترجمہ: اور بے شک اتاریں ہم نے تیری طرف باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

فائدہ: یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا نفس پر مشکل ہے اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری کسی کی بری لگتی ہے سو اس لیے جو لوگ بے حکم ہیں وہ ان سے انکار رکھتے ہیں۔

اور اللہ و رسول کے کلام کو سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا ہے۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔

ترجمہ: وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں اور بے شک تھے وہ پہلے سے صریح گمراہی میں۔

فائدہ: یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ انہوں نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند اور راہ بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ پر۔

سو جو کوئی یہ آیت سن کر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے

کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا سو اس نے اس آیت کا انکار کیا اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں اور گمراہ لوگ ان کی راہ پر چل کر بزرگ بن جاتے ہیں۔

(تقویۃ الایمان)

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ کے اس پورے کلام میں کوئی بات بھی تو ایسی نہیں ہے جو کفر کی ہو یا جس کو کفر لازم ہو۔ اس پر پھر ایک بڑے عالم اور راہ حق میں شہید ہونے والے پر کفر کا الزام دینا انصاف کا خون کرنا نہیں ہے تو کیا ہے؟

احمد رضا خان صاحب کی عبارت میں تضادات

اس باب کے شروع میں یعنی صفحہ ۲۰ پر احمد رضا خان صاحب کی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ کا ایک اقتباس نقل کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ وہ تضادات کا شاہکار ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دین میں تکفیر (کسی کو کافر کہنے یا بتانے) سے متعلق دو اہم ضابطے ہیں۔

ضابطۂ اول: کسی کی بات خود تو کفر نہ ہو البتہ اس کو جو نتیجہ لازم ہوتا ہو گا وہ کفر بنتا ہو۔ اس کفر کو کفر لازم یا کفر لزومی کہتے ہیں اور جس کی بات خود کفر ہو وہ کفر التزامی کہلاتا ہے۔ تکفیر کفر التزامی پر کی جاتی ہے کفر لزومی پر نہیں۔

ضابطۂ دوم: کسی کی بات میں کئی وجوہ سے کفر کا معنی بنتا ہو لیکن اگر ایک وجہ ایسا معنی بھی بنتا ہو جو کفر کا نہ ہو تو تکفیر سے احتیاط کی جائیگی اور تکفیر کرنا جائز نہ ہوگا۔

ان دو ضابطوں کی روشنی میں اب احمد رضا خان صاحب کے تضادات ملاحظہ ہوں۔

تضاد نمبر ۱: احمد رضا خان صاحب ایک طرف یہ لکھتے ہیں۔ "اس فرقہ پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم" جن کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کفر التزامی نہیں لزومی ہے اور ضابطۂ اول سے معلوم ہوا کہ اس پر تکفیر نہیں کی جاتی لیکن احمد رضا خان صاحب دوسری طرف لکھتے ہیں۔ "بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضح پر یہ سب مرتد و کافر" حالانکہ جب ان کی تکفیر نہیں کی جاسکتی تو ان کو مرتد و کافر کیونکر بنایا جاسکتا ہے۔ کسی کو مرتد و کافر کہنا اور بنانا ہی تو تکفیر ہوتی ہے۔

تضاد نمبر ۲: احمد رضا خان صاحب جب یہ کہتے ہیں کہ "بوجوہ کثیرہ کفر لازم" تو وہ تسلیم کرتے ہیں کہ کئی وجوہ سے کفر لازم ہو رہا ہے تمام اور کل وجوہ سے نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی عبارتوں کا بعض وجوہ سے ایسا معنی بھی بن سکتا ہے جو صحیح ہو اور کفریہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں تکفیر سے اجتناب ضروری ہوتا ہے جیسا کہ ضابطہ دوم سے معلوم ہوا۔ اسی بنا پر احمد رضا خان صاحب نے آگے یہ تو کہہ دیا۔ کہ "ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی تکفیر) سے کف لسان ــ مختار ــ و مناسب" لیکن یہ کہہ کر کہ "بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر" عملاً تکفیر بھی کر دی اور اس طرح تضاد کی یہ دوسری مثال بن گئی۔

چھٹا باب

غیر دیوبندی علماء و مشائخ کا احمد رضا خان صاحب کی تکفیر سے اختلاف

رامپور، بدایوں اور خیرآباد وغیرہ کی طرح ہندوستان کے بعض اور علاقے بھی علم کے مراکز کی صورت میں قائم تھے۔ انہیں میں قصبہ دیوبند میں قائم شدہ علمی مرکز بھی تھا۔ یہ تمام علمی مراکز اہل سنت کے تھے۔ ان کے مابین عزت و احترام کے تعلقات تھے اور سوائے اس کے کہ بعض کے درمیان کچھ جزوی مسائل میں اختلاف تھا کوئی اصولی اور معتدبہ اختلاف نہ تھا کہ جن کی بنا پر علیحدہ علیحدہ فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہوں۔ یہ احمد رضا خان صاحب اور ان کے متبعین ہی تھے کہ جنہوں نے عزت و احترام اور اتحاد و تعلقات کی اس فضا میں ارتعاش پیدا کیا جس کو پھر وہ بڑھاتے ہی چلے گئے۔ جس نے بھی ان کی رائے سے کچھ اختلاف کیا وہ احمد رضا خان صاحب اور ان کے متبعین کی تکفیری مہم سے بچ نہ سکا۔ آج رامپور تو کل بدایوں پھر خیرآباد اور پھر لکھنؤ اور دیوبند پر تو ان کی خاص ہی عنایت رہی اور حالت یہ ہوئی کہ ع

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

لیکن احمد رضا خان صاحب کی اس تحریک اور شوق تکفیر سے دیگر علمی مراکز علم و ارشاد متفق نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی رائے کے اظہار میں بخل سے کام نہ لیا اور دیوبند کے علمی مرکز سے وابستہ حضرات کی طرف کفر و فسق و گمراہی کی نسبت کرنے سے براءت

کا برملا اعلان کیا۔

ذیل میں ان ہی بعض علماء و مشائخ کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں :

۱۔ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہٗ

کتاب "شہادات امیریہ" میں ہے۔

"خبر حسرت اثر مرگ مولانا و استاذنا مولوی محمد قاسم (نانوتوی) صاحب کی آئی تو حضرت (شاہ عبدالرحیم سہارنپوری) نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ آج میری پشت دو صدموں سے ٹوٹی ہے۔ ایک مرگ مولوی محمد قاسم کی سے دوم رحلت مولوی احمد علی صاحب (سہارنپوری) سے۔ یہ دونوں بزرگوار بے ریا، متبع شریعت مفیض اکمل تھے۔ مجھ کو ان کے باعث بڑی تقویت تھی۔ اب میں تنہا رہ گیا ہوں"

(شہادات امیریہ علی مکشوفات رحیمیہ ص۱۴)

آپ کے خلفاء میں سے ایک حضرت مولانا قاری عبدالکریم صاحب تخت ہزاروی تھے جن کے سلسلے میں اس وقت صوفی برکت علی صاحب لدھیانوی دارالاحسان سالار والا ہیں۔ جناب صوفی صاحب علمائے دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ کو مقبول بارگاہِ خداوندی سمجھتے ہیں۔ (ماخوذ از حکایت مہر و وفا)

۲۔ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

ضیاء القلوب میں حضرت کا یہ ارشاد نقل ہے

"جو صاحب اس فقیر سے محبت و عقیدت و ارادت رکھیں وہ مولوی رشید احمد سلمہٗ اور مولوی محمد قاسم سلمہٗ کو جو تمام کمالات علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں میری جگہ بلکہ مدارج میں مجھ سے فوق

سمجھیں۔" (ضیاء القلوب ص۶۰ مطبع مجتبائی دہلی)

۳۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ

حضرت کے خلیفہ مولانا شاہ تجمل حسین بہاری رحمہ اللہ اپنی تالیف "کمالاتِ رحمانی" میں رقمطراز ہیں :

"آپ (یعنی حضرت گنج مراد آبادی رحمہ اللہ) نے حضرت مولانا (قاسم نانوتوی) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت حاصل ہو گئی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کی بھی تعریف کی کہ ان کے قلب میں ایک نور الٰہی ہے جس کو ولایت کہتے ہیں۔"

(کمالات رحمانی طبع سوم ص۱۰۵ مطبوعہ آزاد پریس پٹنہ)

۴۔ حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی قدس سرہٗ

انوار العاشقین میں حضرت صاحب کا یہ فرمودہ تحریر ہے۔

"میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ مولانا محمد قاسم (نانوتوی) تو جہاں پائے مبارک حضور کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں اور میں بے اختیار بھاگا ہوں کہ حضور کے پاس پہنچوں چنانچہ میں آگے ہو گیا۔"

(انوار العاشقین ص۸۸)

۵۔ مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمہ اللہ

"اسوۂ اکابر میں ہے کہ حضرت مولانا سابق پنجاب کے جلیل القدر عالم اور شیخ طریقت تھے۔ تمام علوم کی سند فراغت حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی قدس سرہٗ سے حاصل تھی اور طریقت میں عارف باللہ حضرت خواجہ ملا دین محمد صاحب تیراہی نقشبندی مجددی (چورہ شریف

ضلع کیمبل پور) رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم تھے۔

ایک دفعہ امرتسر میں ایک واعظ کی انگیخت پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف عوام میں سب وشتم کا طوفان اٹھا تو حضرت مفتی صاحب قاسمی نے جلسہ عام میں عوام کو سرزنش کی اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توہین و تکفیر سے عوام کو روکا۔" (اسوۂ اکابر ص ۱۶۱)

۶۔ حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ

(ا) ایک مولوی صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ توحید کے متعلق گفتگو فرمائی۔ مولانا نے تشفی بخش جوابات دیے۔ تو وہ بہت مسرور ہوئے اور انہوں نے کہا کہ مولانا گنگوہی کے یہاں مجھے یہ باتیں نہ ملیں۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ "مولانا گنگوہی بہت بڑے شخص ہیں۔ ان میں صحابہ کی شان پائی جاتی ہے۔" ص ۱۶۴

(ب) مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے نام اپنے ایک خط میں انکو لکھتے ہیں۔

"آپ لوگ بڑے عالی ہمت بلند حوصلہ ہیں، دولت دارین کے سرمایہ دار، جو کام کرنا چاہتے ہیں تائید ایزدی رفیق ہوتی ہے۔ ہر کام بخیر وخوبی انجام پاتے ہیں۔" ص ۱۳۶

(ج) "ان حضرات (یعنی مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب، مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب دیوبندی، مولانا فیض الحسن صاحب مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم) کا مطمح نظر یقیناً کمالات علمی و اخلاقی و اتقائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ حضرات علوم ظاہری کے دقیقہ شناس معارف باطنی کی نکتہ رس بارگاہ تقویٰ کے ذروہ قصوی کے بہرہ یاب تھے۔" ص ۱۴۳

(سوانح حیات مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ) مصنفہ محمد الفاروقی

۷۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ:

اسوۂ اکابر میں ہے۔

ایک شخص آیا اور اس نے (حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ سے) دریافت کیا۔

"آپ مولوی قاسم صاحب کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب نے جواباً فرمایا تم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھتے ہو؟ سائل نے عرض کیا جی ہاں انہی کے متعلق۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا "وہ حضرت حق کی صفت علم کے مظہر اتم تھے"۔ (اسوۂ اکابر ص ۲۷)

۸۔ خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ

ایک استفتاء کے جواب میں کہ کیا حضرات (شاہ محمد اسماعیل، مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد) کافر ہیں، تحریر فرمایا تھا کہ یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔" (مولانا حکیم سید برکات احمد ص ۱۸۲ برکات اکیڈمی کراچی)

۹۔ خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب رحمہ اللہ

حضرت خواجہ صاحب نے اپنی ایک تحریر میں لکھا۔

"میں نے تحذیر الناس کو دیکھا۔ میں مولانا محمد قاسم صاحب (نانوتوی) کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔" (ڈھول کی آواز۔ کامل الدین ص ۱۱۶)

ساتواں باب

بے ادب بے نصیب

۱۔ طرفِ قبلہ کی بے ادبی

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ کے مرید جناب مولانا ملک حسن علی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ آپ (یعنی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ) بریلی مولانا احمد رضا خان صاحب کی ملاقات کے لیے گئے تو دیکھا کہ وہ حقہ نوشی کر رہے ہیں اور قرآنی تفاسیر ان کے سامنے ہیں تو منغض ہو کر وہاں سے لوٹ آئے۔"

(مقدمہ خزینۂ معرفت ص۱۳ مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین)

اس واقعہ کی تفصیل خود مولانا ملک حسن علی صاحب بیان فرماتے ہیں:

"یہ واقعہ خود حضرت میاں صاحب نے مجھے سنایا تھا اور اس پر بہت ہی اظہارِ تاسف کیا تھا۔ ایک بار ہندوستان کے سفر میں وہ بریلی بھی تشریف لے گئے۔ خان صاحب بریلوی کے ہاں پہنچے۔ ان کے کمرۂ خاص میں قدم رکھتے ہی دیکھا کہ خان صاحب کے سامنے قرآن کریم کی تفسیریں اور حدیث پاک کی کتابیں کھلی رکھی ہیں اور خود بدولت شغل حقہ نوشی فرما رہے ہیں۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کو اس

منظر سے ناقابل برداشت وحشت ہوئی چنانچہ بن کلام کیے تیزی سے واپس ہوئے۔ باہر آ کر دل میں یہ خیال آیا کہ اے بندۂ خدا تو اتنی دور سے آیا ہے ایک مرتبہ ان سے مل تو لے۔

چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ واپس ہوئے اور دوبارہ خان صاحب بریلوی کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ اب ایک نیا منظر انہوں انہوں نے دیکھا کہ خان صاحب جانبِ قبلہ شریف تھوک رہے تھے یہ دیکھ کر حضرت میاں صاحب کی طبع مبارک نہایت مکدر ہوئی اور بن ملے ہی لوٹ آئے۔" (مقدمہ خزینۂ معرفت ص۲۳ مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ کے ملفوظات میں جو کہ خزینۂ معرفت میں جمع کیے گئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ کا یہ پرحکمت قول بھی مذکور ہے۔

"حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کی زیارت کو گئے تو انہوں نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ آپ اسی وقت واپس تشریف لے آئے اور فرمایا جو شخص اسلام کا ادب نہیں جانتا اس سے کیا فائدہ ہو گا۔"

(خزینۂ معرفت ص۱۸۹ مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین)

اس ملفوظ سے خود حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ کے طرزِ عمل کی وجہ معلوم ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ایسے شخص سے فائدہ نہیں ہوتا۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں بے ادبی

احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب حدائق بخشش حصہ سوم ص۶۴ میں اس عنوان در شانِ حضور غوث الثقلین غیث الکونین مغیث الملوین سلطان بغداد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

کے تحت قصیدہ میں ایک شعر یہ بھی لکھا

روئے یوسف سے فزوں تر حسن روئے شاہ ہے
پُشتِ آئینہ نہ ہو انباز روئے آئینہ

ترجمہ: حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ آئینہ کی پُشت آئینہ کے چہرے کی برابری نہیں کر سکتی۔

شرح: آئینہ کی پُشت تاریک اور زنگ زدہ ہوتی ہے جبکہ آئینہ کا چہرہ روشن ہوتا ہے۔ حسن کے مقابلے میں شاہ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کو یا ان کے حسن کو روئے آئینہ یعنی آئینہ کے چہرے سے تشبیہہ دی جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام یا ان کے حسن کو پُشتِ آئینہ سے تشبیہہ دی۔ ایک عظیم نبی کی شان میں یہ تشبیہہ یقیناً بڑی بے ادبی ہے

۳۔ اُمّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے بارے میں بد زبانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش حصہ سوم ص۳۷)

(سلیس عبارت: آپ اتنا چست و تنگ لباس پہنتی تھیں کہ قبا سر سے لے کر کمر تک بالکل کھچ جاتی تھی گویا ابھی پھٹ کر چھٹی۔ جوانی کا ایسا ابھار تھا کہ سینہ اور پہلو

کپڑے سے باہر ہوئے جاتے تھے)

۴۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہونے لگی۔ اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہوا۔ کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ سنتِ اسلام اسی طرح چلی آ رہی ہے۔ احمد رضا خان صاحب نے اس متواتر عمل کے خلاف فتویٰ دیا اور کہا کہ جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد کے باہر ہونی چاہیئے۔ علمائے بدایوں نے صحابہؓ کے متفقہ عمل اور خلیفۂ راشد کی سنت کی حمایت میں آواز اٹھائی تو احمد رضا خان صاحب نے ان کو پدر پرستی کا طعنہ دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا عبد المقتدر بدایونی نسباً عثمانی تھے۔ احمد رضا خان صاحب کی تحریر ملاحظہ ہو جس میں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں انتہائی توہین و گستاخی کی گئی ہے۔

"جو در بارہ اذان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے اگر امام وقت ہے جاہل و نامہذب اور ہزاروں دشنام کا مستوجب ہے اور جو پدر پرستی میں سنتِ نبوی اور ارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سے جاہل ہو امام اور علامہ چنیں و چناں ہے۔"

(بحوالہ تجلیات انوار المعین ص۴۳)

احمد رضا خان صاحب کی اس توہین آمیز تحریر پر خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ خاموش نہ رہ سکے اور لکھا:

"یہ صریح حضرت عثمان غنی ذو النورین خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف

کیا اور اس خلافت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھی ہوتے اور اتباع سنت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودہویں صدی میں خاک بریلی سے اٹھا انا للہ وانا الیہ راجعون - اب فرمایئے ——— کیا اعلیٰ حضرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسی صاف سنانے پر بھی پٹے کے سنی بنے رہیں - فاعتبروا یا اولی الابصار"

(تجلیات انوار المعین صـ۴۳)

۵- احمد رضا خان صاحب کی مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اپنے ممدوح مدرس کی تحقیر و توہین

مسجد نبوی کے جن عالم و مدرس کی احمد رضا خان صاحب نے تحقیر و توہین کی ہے پہلے ان ہی کے بارے میں عمومی اور خصوصی مدائح (تعریفیں) ذکر کیں مثلاً عمومی تعریف اپنی کتاب تمہید ایمانی کے صـ۴۶ پر اس طرح کی

"مگر ہمارے عوام بھائیوں کو مہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے - مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے فائدہ کہاں کی ہوگی جہاں سے دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیث صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا لہٰذا اپنے عام بھائیوں کی زیادت اطمینان کو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے علمائے کرام و فقہیان عظام کے حضور فتویٰ پیش ہوا - جس خوبی و خوش اسلوبی و جوش دینی سے ان عمائد اسلام نے تصدیقیں فرمائیں"

اس عبارت میں احمد رضا خان صاحب نے تعریف میں جو کلمات استعما
کئے وہ علمائے کرام - فقہیان عظام اور عمائد اسلام (اسلام کے ستون) ہیں ا
پھر ان کے جوش دینی کا اعتراف کیا -

اور خصوصی تعریف اپنی کتاب حسام الحرمین پر تقریظات میں اس طرح کی -

صورة ما سطر - من في العلم تصدر وفي التدريس تقرر و دقق النظر و ورد و صدر بتوفيق من القادر - الشيخ الفاضل عبد القادر توفيق الشلبي الطرابلسي الحنفي - المدرس بالمسجد الكبير النبوي - منحه الله تعالى من فيضه القوي -

تقریظ ان کی جو علم میں صدر بنے اور مدرس ٹھہرے اور غور کیا اور مدارک علم میں آمد و رفت کی قدرت والے کی توفیق سے حضرت فاضل عبد القادر توفیق شبلی طرابلسی حنفی مسجد کریم نبوی میں مدرس - اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فیض قوی سے عطا دے -

غرض مسجد نبوی کے مدرس عبد القادر شلبی کی جو خصوصی تعریف کی اس میں ان کے حق میں یہ کلمات کہے -

علم میں صدر - مدرس - دقیق النظر - مدارک علم میں آمد و رفت کنندہ، حضرت فاضل مسجد کریم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرس ان تمام عمومی و خصوصی تعریفوں کو پیش نظر رکھیں اور پھر دیکھیں کہ احمد رضا خان صاحب اپنی ممدوح پر ایک مسئلہ میں ان سے اختلافی تحریر لکھنے پر کس طرح ان کی توہین و تحقیر کرتے ہیں اپنی کتاب اجل الرضا میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں -

"اس بے معنی تحریر کی حالت یہ اول تا آخر اغلاط و خطا سے مملو، جہل و سفاہت و افتراء و تناقض و خیانت و نافہمی و مکابرہ وغیرہ کونسا کمال ہے کہ ان گنتی کی چند سطروں میں نہیں"

مزید یہ کہا :

"ایسا احمق زید شاید طرابلس میں بستا ہو"

اور انہی کے بارے میں یہ بھی لکھا۔

"جو شخص مدینہ طیبہ میں ہوکر گزرا کچھ کہہ دے۔"

(بحوالہ تجلیات ۔ انوار المعین ص ۱۹)

یعنی جن کو مدینہ طیبہ کے علمائے کرام وفقہیان عظام میں سے شمار کیا اور جن کو عمائد اسلام میں سے قرار دیا اور جن کے جوش دینی کا اعتراف کیا اور تعریف کے طور پہ جن کو علم میں صدر نشین، حضرت فاضل، دقیق النظر، مبارک علم میں آمد و رفت کنندہ اور مسجد کریم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرس بتایا ہو ان کو بیک جنبش قلم جہل وسفاہت اور افتراء وتناقض اور خیانت ونافہمی اور مکابرہ وغیرہ کا مرتکب قرار دیا اور ان کو احمق جیسے لقب سے نوازا اور مدرس مسجد نبوی کی جگہ یہ سلوک کیا کہ ان کی شان میں یوں کہا کہ بس مدینہ طیبہ میں سے ہوکر گزرا ہے۔ یہ تو کھلی تحقیر وتوہین نظر آتی ہے۔

آٹھواں باب

احمد رضا خان صاحب کی وصیت

احمد رضا خان صاحب نے اپنی وفات سے دو گھنٹے ۱۷ منٹ پیشتر جو وصیت لکھائی اس کی دو شقیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ "اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ۔ خواہ بکری کا شامی کباب۔ پراٹھے اور بالائی۔ فیرنی۔ ارد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف۔ اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبورانہ نہ ہو۔"

(وصایا شریف)

۲۔ دودھ کا برف دوبارہ پھر بتایا۔ چھوٹے مولانا نے عرض کیا۔ اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں فرمایا پھر لکھو۔ انشاء اللہ مجھے میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائیگا۔ اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب وقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے۔

(وصایا شریف ص ۱۰/۹)

وصیتیں تو پہلے بھی علماء اور بزرگ لکھاتے رہے ہیں لیکن احمد رضا خان صاحب کی وصیت کا اور ہی ڈھنگ ہے۔ مرنے کے بعد حاصل ہونے والی نعمتوں کے مقابلے

میں دنیا کی چیزیں کچھ وقعت نہیں رکھتیں لیکن احمد رضا خان صاحب کا خیال ہے کہ یہاں جو کچھ فاتحہ پر دیا جائے بعینہٖ وہی چیز یا اس کا مزہ مرنے والے کو پہنچتا ہے۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ اتنی اہم چیز کو نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے عمل میں لائے نہ ہی ائمہ مجتہدین اور نہ ہی دیگر علماء و اولیاء۔ پھر قبرستان جو کہ عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے احمد رضا خان صاحب کی وصیت کی بناء پر وہیں لوگوں کی دعوت کا سامان بھی ہوگیا۔ اس پر شورش کاشمیری مرحوم کا تبصرہ کافی ہے ؎

حاشیہ ادرک کی چٹنی کا پھریری دال میں
قورمہ، فرنی پلاؤ۔ کیا یہی اسلام ہے؟

۲۔ "اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔" (وصایا شریف ص۱۰)

اگر دین وہ مراد ہوتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا ہے تو وہ تو تیرہ سو سال سے محفوظ چلا آرہا ہے۔ اس پر قائم رہنے کے لیے اسلاف کی لکھی ہوئی کتب کافی ہیں۔ یہ تو کوئی اور ہی دین ہے جس پر قائم رہنے کو سب فرضوں سے بڑھ کر فرض بنایا جارہا ہے۔ اور واقعتاً یہ کوئی علیحدہ ہی دین ہے جیسا کہ اصول و فروع یعنی عقائد و اعمال میں احمد رضا خان صاحب نے اہلسنّت کے اسلاف سے ہٹ کر علیحدہ ہی باتیں نکالی ہیں۔

لواں باب

روایتِ حدیث میں بے احتیاطی۔ جھوٹی اور من گھڑت حدیث بیان کرنا

(۱) احمد رضا خان صاحب بیان کرتے ہیں:

"ایک پری مشرف باسلام ہوئی اور اکثر خدمتِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) میں رہا کرتی تھی۔ ایک بار عرصہ تک حاضری نہ ہوئی سبب دریافت فرمایا۔ عرض کی کہ حضور میرے عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہوگیا تھا۔ میں وہاں گئی تھی۔ راہ میں میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام تو نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود کیسے نماز پڑھتا ہے۔ اس نے کہا کہ شاید رب العزت تعالیٰ میری نماز قبول فرمائے اور مجھے بخش دے۔" (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اوّل ص۳۸)

اس روایت پر تبصرہ:

حالانکہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں اس کو موضوع و من گھڑت روایتوں میں سے شمار کیا ہے لکھتے ہیں:

یہ روایت موضوعات ابن الجوزی میں ایسے ہی واقع ہے اور منقر بن حکم کے بارے میں علم نہیں کہ یہ کون شخص ہے	هكذا وقع في موضوعات ابن الجوزي ولا يدرى من ذا

و لعله وضع هذا   شاید کہ اسی شخص نے یہ روایت گھڑی ہو۔
(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۹۰)

۲۔ احمد رضا خان صاحب کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو۔

اعلیٰ حضرت قبلہ (احمد رضا خان صاحب) کی حدت مزاج کا تذکرہ تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی۔ اس پر ارشاد فرمایا حدیث میں ہے۔ ان الحدة تعتری قراء امتی لعزة القرآن فی اجوافهم۔ قرار محاورہ حدیث میں علماء کو کہتے ہیں یعنی میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۴ ص ۳۹)

تبصرہ

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو بھی من جملہ جھوٹی روایات میں شمار کیا ہے اور صراحت کے ساتھ فرمایا ہے هذه احادیث مکذوبة
(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۵۴)
(یعنی یہ جھوٹی حدیثیں ہیں)

دسواں باب

احمد رضا خاں صاحب کی دو غلط بیانیاں

ملفوضات حصہ اول میں ہے کہ ایک صاحب شاہجہان پور سے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے سُنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتے ہیں۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اس لیے میں نے چاہا کہ حاضر ہو کر جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔

اس پر ارشاد فرمایا (یعنی احمد رضا خان صاحب نے) اس کا فیصلہ تو قرآن عظیم نے فرما دیا۔

فنجعل لعنة الله علی الکذبین۔ جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں وہ کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں کہیں اس کا نام و نشان ہو تو دکھا دے۔ ہم اہلسنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علمِ غیب عنایت فرمایا۔ رب عزوجل فرماتا ہے وما هو علی الغیب بضنین یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر معالم خازن میں ہے یعنی حضور کو علمِ غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں اور وہابیہ دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں اپنے خاتمہ کا بھی علم

نہیں۔ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے۔ اور شیطان کی وسعت علم نص سے ثابت ہے اور اللہ کے دیے سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا برابری تو درکنار میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی۔ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔"

(حیات اعلیٰحضرت از ظفر الدین رضوی ص۲۶۷)

اس عبارت میں احمد رضا خان صاحب نے دو غلط بیانیاں کی ہیں:

۱۔ ایک تو انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے یہ کہیں نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے اور یہ کہ ان کی طرف اس کی نسبت کرنا جھوٹ ہے۔

۲۔ دوسرے انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں۔

پہلی غلط بیانی کا جائزہ

احمد رضا خان صاحب کی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق دو طرح کے دعوے ملتے ہیں:

پہلا دعویٰ

ازل سے لے کر قیامت کے دن تک کی جملہ معلومات پر آپ کا علم محیط ہے اور آپ کے علم سے اس کا کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں۔

اس دعویٰ سے متعلق حوالجات یہ ہیں:

ا۔ "ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ماکان وما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔"

(المصطفیٰ)

ب۔ "جن سے اللہ عزوجل نے ماکان وما یکون کا کوئی ذرہ نہیں چھپایا۔"

(مقدمہ حدائق بخشش حصہ سوم ص۶)

دوسرا دعویٰ:

ازل سے ابد تک کا پورا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ یہی علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے کیونکہ ازل اور ابد دونوں ہی لامتناہی ہیں۔

اس دعویٰ سے متعلق احمد رضا خان صاحب کے حوالجات ملاحظہ ہوں۔

ا: "ازل سے ابد تک تمام غیب وشہادت پر اطلاع تام حاصل الا ماشاء اللہ"

(الاعتقاد الاحباب ص۴۲)

الا ماشاء اللہ کے الفاظ سے کوئی غلط فہمی نہ ہو کیونکہ تمام غیب و شہادت اور اطلاع تام جیسے الفاظ کے ہوتے ہوئے الا ماشاء اللہ کے الفاظ محض برکت کے لیے لائے گئے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگلے حوالہ میں ان الفاظ کے استعمال کا تکلف بھی نہیں کیا گیا اور واضح طور پر کہا۔

ب: "خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے"

(حدائق بخشش حصہ اول بحوالہ اظہار العیب)

ان حوالجات سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ احمد رضا خان صاحب خود اس

عقیدے کے مدعی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے جبکہ اس عقیدے کے باطل ہونے کا اقرار بھی خود ہی کر دیا ہے۔

رہا یہ عقیدہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل سے لے کر قیامت کے دن تک کی تمام موجودات اور ان کے ذرہ ذرہ کا علم حاصل ہے اس کی تردید احمد رضا خان صاحب کے ممدوح اور مدینہ منورہ کے عالم سید احمد برزنجی[1] کے قلم سے پہلے ہی گزر چکی ہے۔

---

[1] احمد رضا خان صاحب کے اس عقیدے کے بارے میں مسجد نبوی کے مدرس علامہ سید احمد آفندی برزنجی رحمہ اللہ کی بات بھی سن لیجئے۔ یہ وہی سید احمد آفندی برزنجی ہیں جن کے بارے میں خود احمد رضا خان صاحب نے کہا ہے "جامع علوم نقلیہ و اصل فنون عقلیہ جامع شرافت حسب و نسب آباء و اجداد سے وارث علم و شرف محقق صاحب ذہن نقاد مدقق تیز ذہن مدینہ طیبہ میں شافعیہ کے مفتی مولانا سید شریف احمد برزنجی ان کا فیض ہر سیاہ و سفید کو شامل ہو۔

علامہ برزنجی کی عبارت کا ترجمہ: "پھر اس کے بعد مجھے احمد رضا خان نے اپنے ایک اور رسالہ پر مطلع کیا جس میں وہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر چیز کو محیط ہے حتیٰ کہ مغیبات خمسہ کو بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان احاطہ مذکورہ میں صرف حدوث و قدم کا فرق ہے اور یہ کہ اس کے پاس اپنے مدعی پر دلیل قاطع اللہ تعالیٰ کا قول ونزلنا علیك الكتاب تبيانا لكل شیٔ ہے (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا) ـــ پس میں نے اس بات کے بیان میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت مذکورہ اس کے مدعی پر دلالت قطعیہ کے طور پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناہیہ کا احاطہ علمیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور ائمہ دین میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کے لیے غیر متناہی کے احاطہ علمیہ کا قول نہیں کیا۔ چونکہ اس کا یہ گمان غلط اور اس کی قرآن کی تفسیر بلا دلیل تھی اس لیے میں نے چاہا کہ میں ایک

(باقی اگلے صفحہ پر)

دوسری غلط بیانی کا جائزہ

احمد رضا خان صاحب نے اپنی اس غلط بیانی کا مدار بعض علمائے دیوبند کی ان عبارتوں کو بنایا ہے خود انہی کی مراد کے بارے میں اختلاف ہے۔ احمد رضا خان صاحب نے واقعہ یہ ہے کہ عبارتوں میں یا ان کے ترجموں میں کچھ ترمیم کی اور ان کا ایک معنی بتلایا جب کہ خود وہ عبارتیں لکھنے والے اور مصنفین یہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ مراد نہیں ہے جو احمد رضا خان صاحب نے بتائی ہے اور ہم تو اس کو خود کفر سمجھتے ہیں بلکہ ہماری جو مراد ہے اس کے حق ہونے میں کسی کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ صاحب کلام اور صاحب کتاب اپنے کلام اور اپنی کتاب کے معانی سے زیادہ باخبر ہوتا ہے۔ اور پھر ان حضرات نے بار بار اپنے صحیح اور اہلسنت کے مطابق عقیدے کی تصریح کی ہے۔

غرض ایسی عبارات کو جن میں احمد رضا خان صاحب کی جانب سے پہنائے گئے کفریہ معانی کو عبارات والے کفر ہی جانتے ہوں اور ایسے معانی سے اظہار براءت کرتے ہوئے یہ الزام دیتے ہوں کہ احمد رضا خان صاحب نے اصل عبارات

مختصر کلام جمع کر دوں (غایۃ المامول) علامہ سید احمد آفندی برزنجی کی اس بات سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ احمد رضا خان صاحب نے ازل و ابد سے لا متناہی کے معنی ہی لیے تھے ورنہ رد و قدح کی کیا ضرورت تھی اور احمد رضا خان صاحب کو اپنی بات سے ہٹنے سے یکسر انکار کیوں تھا؟ باقی احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب الدولۃ المکیۃ میں ازل و ابد سے مجازی یعنی مدت مدید مراد لینا بیان کیا ہے تو یہ ان کی مصلحت بینی پر محمول ہے۔ علاوہ ازیں خود یہ عقیدہ بھی درست نہیں اور اس پر تفصیلی رد علامہ سید احمد آفندی برزنجی رحمہ اللہ کی کتاب غایۃ المامول میں موجود ہے۔

کہ نقل کرنے میں دیانت کا معیار باقی نہیں رکھا تو ایسی عبارات کو مدارِ تکفیر بنانا بالکل ہی خلاف قاعدہ ہے۔

یہ بعض علمائے دیوبند مثلاً مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ اپنا اور دیگر علمائے دیوبند کا عقیدہ یوں تحریر کرتے ہیں۔

"ہم اس امر کے زبان سے قائل اور دل سے معتقد ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ وہ علوم عطا ہوئے جن کو ذات وصفات (الٰہیہ) اور تشریعات یعنی احکام عملیہ اور حکم نظریہ (فکری حکمتیں) اور حقیقتہائے حقہ واسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول۔ اور بلا شبہ آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ ولیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو زمانہ کی ہر ہر گھڑی میں پیش آنے والے واقعات میں سے ہر ہر جزئی کی اطلاع وعلم ہو کہ اگر کوئی واقعہ آپ کے مشاہدہ شریفہ سے غائب رہے تو آپ کے علم اور معارف میں ساری مخلوق سے افضل ہونے اور وسعتِ علمی میں نقص آجائے اگرچہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس جزئی سے آگاہ ہو جیسا کہ سلیمان علیہ السلام پر وہ واقعہ عجیبہ[ع] مخفی رہا جس سے ہدہد کو آگاہی ہوئی۔ اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعلم ہونے میں نقصان نہیں آیا چنانچہ ہدہد کہتی ہے کہ میں نے ایسی خبر پائی جس کی آپ کو اطلاع نہیں اور شہر سبا

ع سورۂ نمل پارہ ۱۹-

سے سچی خبر لے کر آئی ہوں"۔ (فتاویٰ خلیلیہ-المہند علی المفند ص۲۷تا۲۹)

"ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے۔ ہاں کسی جزئی حادثہ حقیرہ کا حضرت کو اس لیے اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ثابت ہو چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو بہت سے گھٹیا اور حقیر باتوں کی شدتِ التفات کے سبب ہل جانے سے اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ان حقیر وگھٹیا باتوں پر فضل وکمال کا مدار نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ کسی ایسے بچے کو جسے کسی جزئی کی اطلاع ہو گئی ہو یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں بچہ کا علم اس متبحر ومحقق عالم سے زیادہ ہے جس کو جملہ علوم وفنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں۔ اور ہم ہدہد کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والا قصہ بتا چکے ہیں اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ "مجھے وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں"۔ اور کتب حدیث وتفسیر اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہیں۔"

"ہمارے ملک کے معتقدین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام شریف ودنی اور اعلیٰ واسفل علوم ثابت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی علوم جزئی ہیں یا کلی آپ کو معلوم ہونگے لیکن ہم نے معتبر نص (یعنی قرآن وحدیث) کے بغیر اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جزئی کے ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمایئے ہر مسلمان کو شیطان پر فضل وشرف حاصل ہے۔ پس اس قیاس کی بنا پر لازم آئے گا کہ ہر ہر امتی بھی شیطان کے علوم پر حاوی ہو اور لازم آئیگا کہ سلیمان علیہ السلام کو اس بات کا پہلے سے علم ہو جو ہدہد نے ان کو بتائی۔

______ اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اسکا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے کئی علماء کر چکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شہنشاہ روز جزا سے خائف ہو کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے۔"

(المهند علی المفند)

گیارھواں باب

احمد رضا خان صاحب کی زبان کی شرافت کا معیار

؏ تم ہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں۔

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے ‎ ‎ اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں ٹھکانے جائیں گے ‎ ‎ وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں ‎ ‎ پھر اچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم انکو ‎ ‎ پیٹھ پر جا کر کان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش حصہ سوم ص۹۲)

۲۔ ان ہی مولانا تھانوی کے بارے میں یہ بھی لکھا۔

اضر جہل من نتائج ردۃ ‎ ‎ اشرف علی لعبۃ الصبیان
الھی جراءک فی الحسان عن العوا ‎ ‎ انت انبجی یا کلبۃ الشیطان

(حدائق بخشش حصہ سوم ص۸۹)

ترجمہ: ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے۔ (اے حاملہ) تو اپنے پلوں کو اچھے لوگوں میں بھونکنے سے روک۔ اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔

۳ ۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بارے میں یہ کہا :

اسپِ سنّت مادہ خراز بدعت آوردہ بہم　　استر ندوہ بدست آمدو مفخر می کنند

(حدائق بخشش حصّہ سوم ص۳۲)

ترجمہ : سنّت کا گھوڑا جب بدعت کی گھوڑی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا ۔ اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں ۔

اس مقام میں احمد رضا خان صاحب نے زبان کی گراوٹ کے مظاہرہ کے علاوہ سنت جیسی شرعی اہم چیز کی جو توہین کی ہے یہ کچھ ان ہی کا حصّہ ہے ۔

۴ ۔ (i) تیسرا ان کے نصیبوں کا سب میں سیدھا ۔[1] (سد الفرار)

(ii) تیسرا دونوں سے بڑھ کر مضر ۔ (ایضاً)

(iii) یہی تینوں اگر یہ نے ہضم فرمائے ۔ (ایضاً)

(iv) اس پر آگرہ والی یوں نکھرتی ہے ۔ (ایضاً)

(v) آپ معمول مجعول کا پیوند جوڑ کر دخول کی مشکل آسان بھی کرلیں ۔[2] (ایضاً)

بحوالہ تجلیات انوار المعین ص۳۳ - ۳۴)

---

[1] جو بات تھی اس کو اس طرح بھی ادا کیا جا سکتا تھا کہ (تیسرا سوال یا جواب بالکل صاف و سیدھا ہے) لیکن ' سوال یا جواب ' کے لفظ کو حذف کرکے اور لفظ ' نصیبوں ' کی زیادتی کرکے احمد رضا خان نے ان میں اور ہی رنگ بھر دیا ہے ۔ یہی مخصوص رنگ خانصاحب کے اور جملوں میں بھی نمایاں ہے ۔

[2] علمائے بدایوں کو جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر یعنی داخل مسجد ہونے پر اصرار تھا ۔ احمد رضا خان صاحب　لفظ دخول کی مناسبت سے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ۔

باریواں باب

احمد رضا خان صاحب کے بارے میں ان کے ہمعصر علماء کی آراء، جو احمد رضا خان صاحب کی نظر میں دیوبندی وہابی نہیں تھے

علمائے بدایوں کو احمد رضا خان صاحب سے گلہ

اگرچہ بظاہر احمد رضا خان صاحب نے اپنی تنقید و تکفیر کا اصل ہدف علمائے دیوبند کو بنایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس نے بھی کبھی احمد رضا خان صاحب کی بات سے اختلاف کیا ۔ احمد رضا خان صاحب نے اس کو آڑے ہاتھوں لیا اور اس کے خلاف قلمی معرکہ آرائی نہایت غیر عالمانہ طریقے پر شروع کردی ۔

احمد رضا خان صاحب کے طرز عمل کو دیکھ کر مولانا عبد المقتدر بدایونی نے لکھا ۔

" تجربہ نے یہ ثابت کردیا کہ لفوس علماء میں خشیت و تواضع و انصاف کی جگہ تشدد و اعجاب بالرائے و حب تعلی و سیادت متمکن ہوگئی ۔ اپنے لیے القاب علیما علی اعلی مناقب فخیمہ اپنے قلم سے لکھ کر اپنے آپ کو ساری دنیا سے بزرگ تر سمجھ کر سب کو اپنا مقلد بنانا چاہتے ہیں متقدمین و متاخرین سب پر معروضات و تنقیدات لکھ کر ان کا شمار کرکے قوم میں شائع کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں ۔ مخالف کو نرمی سے افہام گویا ہماری لغت میں لفظ بے معنی ہے ۔ دل دعوائے عصمت کرتا ہے کہ ہر مسئلہ میں حق

ہماری طرف ہے زبان سے اس کا اظہار پسند نہیں کرتے ۔ تقریر میں اس قدر اغلاق ہونا چاہیئے کہ اہل اسلام کو خاک فائدہ نہ پہنچے اور طول اس حد تک کہ ناظر گھبرا کر کتاب چھوڑ دے ۔ مسخرہ پن کا اس قدر چسکا کہ سیدھا سادھا اسلامی فقرہ جو بغیر تصنع و تکلف کے ہو لکھنا مشکل ہے ۔ کوئی بات ضلع جگت ہنسی پھبتی اور ابہام و فحش سے خالی ہو تو لطف سخن کیونکر ملے جب ہی تو ہماری کتابیں اور رسالے غرباء و عوام کو فائدہ بخش نہیں ۔" (انکشاف حق صـ۱۴۶) خلیل احمد خان قادری بدایونی

علمائے بدایوں احمد رضا خان صاحب کو جواب میں لکھتے ہیں :

"_____ آپ نے برعکس نہند نام زنگی کافور احکام شرعیہ کا نام بدنام کیا ہے اور خوب جانیں نکالی ہیں اور زور تجدید ختم کر دیا ہے اور دل کھول کر دل آزاری و گستاخی کی ہے ۔ اس کو بھی باوجود آپ کی ہزار کوشش اخفاء ہم سمجھ گئے کہ مقصود صرف اس قدر ہے ان الفاظ پر اگر کوئی بھڑک کر ترکی بہ ترکی جواب دے دے تو نام اچھالنے کے لیے اور کہنے کے لیے تو ہو جائے گا کہ حق پر گالیاں ملی ہیں اور کوئی صورت تو ہاتھ آجائے جس سے آپ اپنی گالیوں پر پردہ ڈال سکیں"

(انکشاف حق صـ۱۴۷)

علمائے بدایوں نے یہ بھی لکھا :

"مجدد صاحب ۔ اب آپ سد الفرار کے صـ۸ کو پڑھیے اور اپنے مریدوں کو بتا دیجیے ہم اس سے زائد کچھ نہ لکھیں گے ۔ نہ ہمارا یہ شیوہ کہ فرضی افسانہ طرازیاں کریں ۔ نہ یہ طریقہ کہ دلی کدورتوں کے باعث خود کو امام و مجدد نہ تسلیم کرنے والوں پر احکام دینیہ شرعی

کے ساتھ تمسخر کر کے دنیا جہان پر الزام شدید ذہنی خیالات پر لگا دیں ہم نے جو کہا وہ آپ کی تحریر پر موجود ہے ۔" (انکشاف حق صـ۱۴۸)

نیز لکھا :

"ہم کہتے ہیں کہ ان (احمد رضا خان) کو قطع و برید و تحریف کا ایسا چسکا پڑ گیا ہے کہ کوئی عبارت کسی کی پوری پوری نقل نہیں فرماتے خاص کر وہ جس میں ایک ایک لفظ مربوط اور معنی خیز ہو الخ

(انکشاف حق صـ۱۴۹)

۲- علمائے رامپور کا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں تبصرہ

رامپور کی مجلس علماء کا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں بیان ملاحظہ ہو ۔

"یہ جال دجال (یعنی احمد رضا خان) نے خوب بچھایا اور ہمیشہ یونہی مدت سے گزر کر لوگوں کو کافر بنایا ۔ علماء حرمین شریفین تک کو غلط بیانی سے دھوکے میں ڈالا اور یہ حکم مندرجہ بالا حاصل کیا ۔ بعد اس کے علماء حرمین شریفین نے یہ معلوم کر کے ۲۶ سوال ان لوگوں کو بھیجے کہ کیا تم ایسا اعتقاد رکھتے ہو اور ایسا کہتے ہو انہوں نے جواب دیئے کہ ہرگز ایسا نہیں اور ثابت کر دیا کہ یہ جال مولوی احمد رضا خان نے بچھایا ہے تاکہ اپنے آپ کو حامی سنت ماحی بدعت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت ثابت کر دیں ۔ اس لیے اکثر علماء کو جو ان (یعنی احمد رضا خان) کے رطب و یابس کو نہیں مانتے ۔ بدمذہب اور کافر بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں ۔ اس پر علماء حرمین شریفین نے لکھ دیا کہ جب ان کا یہ خیال ہے تو یہ مسلمان ہیں

کافر نہیں "۔ الخ (انکشاف حق ص۱۵۲)

۳۔ مولانا لطف اللہ علیگڈھی رحمۃ اللہ کا دردناک تأثر

مولانا اپنے ایک خط میں جو ۱۱ رمضان ۱۳۱۳ھ میں تحریر کیا گیا احمد رضا خان صاحب کو بڑے رنج و افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں:

"جب سے ہمارے گروہ کو ذلت کا سامنا ہوا۔ کفار حاکموں کے روبرو ہم مجرموں کی طرح پکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ ہمارے دین و ایمان کی کتابیں ان کے پیروں میں رکھی ہوتی ہیں۔ ہم اور ہمارے علماء کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں اور ہمارے مخالفین کو ڈگریاں ملتی ہیں۔ افسوس صد افسوس! ہمیں اپنے پاک مذہب کی اس ذلت پر ذرا نظر نہیں ہوتی۔ مولانا! خدا کے لیے غور کیجئے اور دشمنانِ دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے۔"

(بحوالہ سیرت مولانا محمد علی مونگیری ص۱۷۲)

۴۔ خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری (استاد پیر قمر الدین سیالوی صاحب رحمہ اللہ)

کا احمد رضا خان کے بارے میں مفصل جائزہ

مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ خیر آبادی سلسلہ سے تھے احمد رضا خان صاحب کے بارے میں لکھتے ہوئے ان کی خصوصیات گنواتے ہیں۔ ان حقیقی اور مدلل خصوصیات کو ملاحظہ تو فرمائیے۔

خصوصیت نمبر۱، بند خلاصی

جب اعلیٰ حضرت (یعنی احمد رضا خان) دلائل مخالف کے جواب سے معذور ہو جاتے ہیں تو اپنی بند خلاصی کے لیے اصل دعوے چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

اسی کو دیکھیے کہ اذان خارج مسجد پر کس قدر زور دیا کہ اس کے اجراء پر سو شہیدوں کا اجر تقسیم کر بیٹھے اور اپنے فتویٰ میں اس کے متعلق چھاپ دیا کہ مسلمانوں خصوصاً مسجد کے متولیوں، اماموں، مؤذنوں کو سو شہیدوں کے ثواب اور باریابی دربار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت۔ اس بے سروپا دعویٰ کے جوش میں یہ جوہر کمال دکھایا کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام علماء بدعت و گمراہی کے گھاٹ اتار دیے گئے اور بعض کو تمغۂ تکفیر تک پہنا دیا گیا۔ جب علماء بدایوں کا سخت وار آکھا ہوا تو سد الفرار ص۱۲ میں اس دعویٰ سے اس طرح فرار کیا دوسرا افتراء یہ کہ ہم نے بجزم یقین نسبت قطعی کی کہ زمانۂ رسالت و خلافت میں یقیناً خارج مسجد تھی حالانکہ یہ الفاظ ہمارے کلام میں۔ نہ قطع (جزم) کی حاجت فرعی احکام میں دیکھئے اعلیٰ حضرت نے بند خلاصی تو کر لی مگر ساتھ ہی اس کے اپنی چنیاں آپ ہی ڈھادی۔ یا تو یہ شور اشوری کہ اذان خارج مسجد سنت اور اندرون مسجد بدعت اور یا یہ ہے کہ یہ فرعی حکم ہے ہم کو اس کا یقین تو کیا جزم بھی نہیں۔ جب یہ حال تھا تو دنیائے اسلام میں یہ فتنۂ کبریٰ نہ معلوم کس مصلحت سے برپا کیا۔ جس مسئلہ میں جزم تک حاصل نہ ہو اس کی وجہ سے فتنۂ عظیم برپا کر دینا صرف اعلیٰ حضرت کا حصہ ہے۔

خصوصیت نمبر۲، الزام بما لم یلتزم

یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہ ہو نہ شرعاً عرفاً اس کا لزوم ہو اس کو اپنے مخالف کے سر تھوپ دینا اعلیٰ حضرت کی صفتِ خاصہ ہے جس کا اکثر مواقع میں ظہور ہوتا رہتا ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف ایک مثال پر اکتفا کی جاتی ہے۔

مثال : القول الاظہر میں اذان خطبہ کے داخل مسجد ہونے پر جہاں اور دلائل قاہرہ پیش کئے تھے وہاں مراقی الفلاح کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید کی تھی۔ والاذان بین یدیہ کالاقامۃ جری بہ التوارث جس سے داخل مسجد اذان کا نہ صرف ثبوت ہوا تھا بلکہ اس کا اجماعی ہونا مثلِ آفتاب روشن ہو گیا تھا اور اقامت کے ساتھ تشبیہ نے اس میں تازہ رُوح پھونک دی تھی۔ اب اعلیٰحضرت کا تجاہل عارفانہ ملاحظہ ہو۔ آپ نے جری بہ التوارث کو نظر انداز کر کے یہ سوال گڑھا کہ ہمارے فقہائے کرام نے کہیں اس اجماع کا ذکر فرمایا۔ مطلب یہ کہ گو حسب تصریح صاحب مراقی الفلاح اذان داخل مسجد متوارث سہی لیکن خاص لفظ اجماع کا انہوں نے نہیں فرمایا۔ اور جب تک کہ لفظ اجماع کی تصریح نہ ہو ہم کو بدستور سائل رہنے کا حق حاصل اور ہمارا الزام قائم کہ مسئلہ کا اجماعی ہونا کسی کتاب سے ثابت نہ ہوا حالانکہ ہم نے ثبوت اجماع کے لیے لفظ اجماع کا التزام نہیں کیا تھا نہ اس التزام کی ضرورت۔ کاش اگر تعصب و علم بسیط کا ناخنہ چشم اعلیٰحضرت سے دُور ہو جائے تو ان کو صاف نظر آسکتا ہے کہ توارث روشنی میں اجماع سے بھی بڑھ کر ہے۔

خاصیت ۳ : مغالطہ دہی

یہ خاصیت اعلیٰحضرت کی تمام تالیفات کی جان اور روح رواں ہے۔ اس کی مثالیں آپ کی تالیفات میں بکثرت ہیں جس کے احاطہ کے لیے ایک دفتر بھی کفایت کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ مجبوراً دو مثال پر اقتصار مناسب سمجھا گیا۔

(۱) اعلیٰحضرت اپنے سدالفرار میں حضرات علماء بدایوں کے منہ اس طرح آتے ہیں۔

"اول تو کھلا دور مضمر ہے اس اذان کا حکم لا یؤذن سے خارج جاننا بحکم بناء اس پر موقوف کہ بین یدیہ و عند کو دخول پر دال مانیں اور ان کو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ داخل مسجد کو صالح اذان جمعہ مانیں اور داخل مسجد کو صالح اذانِ جمعہ جاننا اس پر موقوف کہ اس اذان کو حکم لا یؤذن سے خارج مانیں۔ اُلٹ پلٹ کر شی خود اپنے نفس پر موقوف ہو گئی۔"

اعلیٰحضرت کا دور بھی ماشاء اللہ تمام دوروں کا قبلہ گاہ اور اعلیٰحضرت نکلا کہ جس کے دائرہ میں تمام دنیا آگئی۔ سچ تو یہ ہے کہ اعلیٰحضرت کی طرح اگر ان کے دور میں وسعت نہ ہوئی تو پھر بات کیا ہوئی۔ اب ناظرین اس دور کا تماشہ دیکھیں کہ کہاں تک اس کا دورِ حکومت ہے۔ ہم تمام بنی آدم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قصر شاہی کی نسبت کہا کہ "اس میں کسی شخص کے جانے کی اجازت نہیں" دوسرے شخص نے یہ خبر دی کہ "سلطان قصر میں رونق افروز ہیں" اب تمام نوع بشر سے سوال ہے کہ ان ہر دو شخص کی خبریں کیا باہم متناقض ہیں یا دور کے دائرہ میں آئی ہوئی ہیں۔ فقیر کے خیال میں انسان تو انسان حیوان کو بھی اگر نطق پر قدرت ہو جائے تو اس کا بھی یہی جواب ہوگا کہ اس میں نہ تناقض ہے نہ دور۔ لیکن اعلیٰحضرت کے طور پر اس میں دور ہے اس طرح کہ سلطان کا اس کلیہ (قصر شاہی میں کسی شخص کے جانے کی اجازت نہیں) سے خارج جاننا اس پر موقوف کہ خبر ثانی (سلطان قصر میں رونق افروز ہیں) کو دخول پر دال مانیں اور اس کو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ قصر شاہی کو صالح دخول سمجھیں اور اس کا صالح دخول سمجھنا اس پر موقوف کہ سلطان کو اس کلیہ سے خارج جانیں۔ اُلٹ پلٹ کر شی خود اپنے نفس پر موقوف ہو گئی لہٰذا ممکن نہیں کہ بحکم خبر اول سلطان کو اپنے

قصر میں داخل ہونا نصیب ہو ——

اصل بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے یہاں صریح مغالطہ دیا ہے وہ یہ کہ بین یدیہ و عند دخول پر دال ہیں اور انہی کی دلالت پر مسجد صالح اذان ہو گئی۔ پس صلاحیت خود اس دلالت پر متفرع ہے نہ کہ اسکا موقوف ہونا۔ اعلیٰ حضرت نے متفرع و موقوف علیہ میں دیدہ و دانستہ فرق نہ کرکے عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا تھا۔ لیکن مغالطہ آخر مغالطہ ہی ہے۔ انجام یہ ہوا کہ اس کا پردہ فاش ہو کر رہا ——

خصوصیت ۴ : بہتان طرازی

رہی یہ بات کہ اذان خطبہ داخل مسجد کو القول الاظہر میں مثل اذان و صلوٰۃ قرار دیا گیا ہے یہ محض افترا ہے۔ البتہ اعلیٰ حضرت کی اس بے ہنگام روش کے انسداد کے لیے جو تمام دنیائے اسلام کے خلاف نمودار ہوئی ہے یہ عرض کیا گیا تھا کہ "اگر انہیں بعض کے مجرد قول و فتوی پر ایسے زبردست اجماع نیست و نابود ہو سکتے تو پھر کسی اجماعی مسئلہ پر اطمینان باقی نہیں رہ سکتا عام مسلمانوں پر اس کا نہایت برا اثر پڑے گا۔ مبادا کہیں وہ خیال نہ کر بیٹھیں کہ نفس صلوٰۃ و اذان پر جو اجماع ہے کہیں یہ بھی مصنوعی نہ ہو۔ لیجئے ارادہ تو کیا تھا احیاء سنت کا اور ہو گیا یہ کہ اب فرض و واجبات کے بچنے کی بھی خیر نہیں۔ کجا یہ بات کہ اس کا عام مسلمانوں پر برا اثر پڑے گا اور کجا یہ افترا کہ مثل اذان و صلوٰۃ ہونے کا دعویٰ ہے اور پھر فرط جرأت سے مطالبہ دلیل ——

خصوصیت ۵ : خروج از دائرہ بحث

جب اعلیٰ حضرت جواب سے عاجز و درماندہ ہو جاتے ہیں تو مبحوث عنہ کو چھوڑ کر غیر متعلق مباحث کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں کہ مبادا کہیں حق ظاہر ہو جائے

تو اور لینے کے دینے پڑیں۔ اعلیٰ حضرت نے جب دیکھا کہ عام طور پر کتب احناف میں بین یدی المنبر و عند المنبر و علی المنبر موجود اور ان کا تراشیدہ خیال علی باب المسجد سب میں مفقود ایسی بے بسی کی حالت میں اعلیٰ حضرت بجز اس کے کہ فقہاء احناف بلکہ امام شافعی و فقہائے شافعیہ و امام احمد بن حنبل و جمیع حنابلہ کا ساتھ چھوڑ کر امام مالک کا (بزعم خود) دم نہ بھریں تو کیا کریں۔ چنانچہ اجل الرضا ص ۱۹ میں تحریر فرماتے ہیں "حضرات کرام مالکیہ اور خود ان کے امام سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ربع اسلام ہیں کیا ان کے خلاف کے ساتھ کوئی اجماع منعقد ہو سکتا ہے۔"

للہ الحمد اس عبارت سے اس قدر ضرور واضح ہو گیا کہ بجز امام مالک رضی اللہ عنہ و حضرات مالکیہ تمام ائمہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم و جمیع فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ اذان خطبہ اندرون مسجد ہونا چاہیئے۔ اب اعلیٰ حضرت کو اذان داخل مسجد میں کیا عذر ہے جبکہ وہ حنفی ہیں اور سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص مسئلہ میں وہ مالکی ہیں یا مجتہد کہ کسی امام کی پیروی سے سروکار نہیں رکھتے۔ اور اگر خدانخواستہ اس مسئلہ میں بھی مقلد امام ابو حنیفہ ہیں تو پھر نہ معلوم حضرات کرام مالکیہ کا ذکر بے محل چھیڑنے اور دائرہ بحث سے خارج ہونے میں ان کو کیا فائدہ حاصل ہوا —— یہ [illegible] اعلیٰ حضرت کے زعم پر تھی ورنہ حضرت امام مالک اور حضرات مالکیہ کا خلاف بھی قابل تسلیم نہیں جب تک کہ ان کی کتب معتبرہ سے حوالہ نہ دیا جائے۔ پا در ہوا باتوں سے کام نہیں چلتا۔ بد قسمتی سے ہم بارگاہ تجدید میں اس قدر خوش عقیدہ بھی نہیں کہ ان کی ہر بات پر ان کے حواریوں کی طرح ایمان لے آویں خصوصاً جبکہ حضرات مالکیہ کی تصریح اعلیٰ حضرت کے خلاف موجود۔ چنانچہ شرح زرقانی مالکی میں ہے:

سن الاذان لجماعة طلبت غيرها لفرض وقتي ولو جمعة صادق بالاول والثاني فان كل واحد منهما سنة والثاني اوكد لانه الذي كان بين يديه صلى الله عليه وسلم -

اس میں علی باب المسجد کا نام ونشان نہیں جو اعلیٰ حضرت کو مفید ہوگا - فاضل مدنی مولانا عبد القادر شلبی مدرس مدرسہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی عبارت نقل کر کے اعلیٰ حضرت کے خلاف ڈگری دی تھی جس کا جواب اعلیٰ حضرت سے صرف یہ بن پڑا کہ "شرح خلیل کی عبارت صاف اس کے مخالف ہے خوش فہمی سے اسے بھی نقل کرلایا" - اب یہ بات اعلیٰ حضرت کے سینہ میں راز سربستہ کی طرح رہی کہ یہ عبارت فاضل مدنی کے خلاف کیوں ہے ———

خصوصیت ۶ : حق پوشی

القول الاظہر میں اذان خطبہ داخل مسجد کے اجماعی ہونے کا ثبوت متعدد کتابوں سے دیا تھا - اس سلسلہ میں ایک روشن ثبوت کتاب مراقی الفلاح سے بھی پیش کیا تھا جس کی عبارت بقدر ضرورت اوپر نقل کی گئی - اعلیٰ حضرت براہ حق پوشی ان تمام عبارات کو نظر انداز کر کے صرف علامہ ابن حجر کی عبارت کو اس طرح رد فرماتے ہیں کہ "یہ بھی سہی (یعنی اجماع صحابہ) تو ایک ابن حجر کی نقل سے یقیناً اجماع ہونا کیونکر مانا - کتب اصول میں اجماع منقول آحاداً کا کیا حکم ہے" - اب اس کا جواب وہ دے جس نے محض ابن حجر کی عبارت پر اکتفا کیا ہو - اعلیٰ حضرت خواہ مخواہ ہمارے سر کیوں ہوتے ہیں جبکہ ہم نے علامہ ابن حجر کی نقل وکتاب مراقی الفلاح سے اجماع کا ثبوت اور دیگر کتب مثل عالمگیری وکشاف ومدارک سے اس کی تائید کی ———

رہا اجماع منقول آحاداً سو اس کی نسبت بھی عامۂ اصولیین کی رائے یہ ہے کہ وہ مثل حدیث احاد واجب العمل ہے گو ظنی ہی سہی - چنانچہ علامہ تفتازانی توضیح میں

فرماتے ہیں نقل الاجماع الینا قد یکون بالتواتر فیفید القطع وقد یکون بالشہرۃ فیقرب منہ وقد یکون بخبر واحد فیفید الظن و یوجب العمل لوجوب اتباع الظن بالدلائل المذکورۃ انتہی -

اس مقام پر اعلیٰ حضرت نے حق پوشی کے ساتھ انصاف سے بھی کام لیا کہ جس مسئلہ کا ان کو علم تھا اس کا ہم سے استفسار کر کے اپنی تسلی کرلی - اب یہ بات اور ہے کہ جواب مسئلہ نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ اجماع منقول احاداً حدیث احاد کی طرح واجب العمل ثابت ہوا - اس کا اذان خطبہ اندرون مسجد پر یہ اثر ہوگا کہ وہ واجب العمل ہو جائے گی جس کے نام سے اعلیٰ حضرت کو لرزہ آتا ہے - اس صورت میں اعلیٰ حضرت کی حق پوشی نے بھی اظہار حق کر دیا - فللہ الحمد ———

اب اگر اعلیٰ حضرت سے شکایت ہے تو اس قدر کہ جس طرح بالاضطرار حق ان کے قلم سے نکل جاتا ہے اسی طرح اپنے اختیار سے بھی اس کا اظہار فرمایا کریں -

خصوصیت ۸ : باد بدستی

اعلیٰ حضرت سے جب کچھ نہیں بن پڑتا تو بادہوائی باتیں شروع کر دیتے ہیں جن کی سند تو درکنار اس کے وعدہ کا بھی اندراج اپنے رسالہ میں نہیں کرتے - اور پھر نہایت کشادہ دلی کے ساتھ ایسی بے بنیاد بات کو ایسے پیرایہ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ جیسے یہ تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے اور جس طرح دو دو چار کا انکار نہیں ہوسکتا اسی طرح بادہوائی بات بھی ہے - اس بساط بچھانے کے بعد یہ شاطرانہ چال چلتے ہیں کہ دیکھو اس بنا پر ہمارے مخالف کا دعویٰ رد ہوگیا - القول الاظہر میں جب کہ عبارت فتح الباری سے اذان داخل مسجد پر اجماع ثابت کر دیا گیا تو اس کی نقض کی اعلیٰ حضرت کو صرف یہ ترکیب سوجھی کہ انہیں علامہ ابن حجر کی طرف ایک غلط اور بے سروپا اسناد نسبت کر کے اجماع کا خاتمہ کر دینا چاہیئے - چنانچہ اجل الرضا صفحہ ۲ میں فرماتے

ہیں کہ " یہی ابن حجر اسی فتح الباری میں جو ملک مغرب کا حال لکھتے ہیں وہ اس جزئی دعوی (جمیع بلاد اسلامیہ) اور ص۸ میں صریح تصریح (تمام عرب وعجم مشرق ومغرب) پر کیا اثر ڈالتا ہے"۔ اعلیٰ حضرت کی اس تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سچ مچ ابن حجر نے فتح الباری کے کسی مقام میں کوئی ایسی بات اذان خطبہ کے متعلق تحریر کر دی ہے جس میں اہل مغرب کا تعامل اعلیٰ حضرت کے مطابق ہے۔ اب اس ستم ظریفی کو دیکھئے کہ آپ نے نہ فتح الباری کی کوئی عبارت نقل کی نہ اس عبارت کا خلاصہ پیش کیا نہ اتنی بڑی کتاب کی کسی جلد کا حوالہ دیا (جو کہ کامل تیرہ جلدوں میں ہے) نہ باب وفصل سے اطلاع دی نہ صفحہ کا نشان دیا۔ ایک اڑتی ہوئی بات ارشاد فرما کر ہم پر یہ سوال وارد فرما دیا کہ وہ آپ کے دعوی پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں ظاہر فرمایا کہ برا اثر ڈالتا ہے یا اچھا۔ اس کا استفسار بھی ہم سے ہے کہ تم اس اثر کی حقیقت بیان کرو۔ ہم تو سوال کرنے کے دھنی ہیں۔ اجماع کا ثبوت بھی ان کا خصم دے۔ مختلف کتب کی عبارتیں بھی انہیں کا خصم نقل کرے۔ اب جو انہوں نے بادہوائی بات پیش کی ہے اس کی جستجو بھی ان کا خصم ہی کرے۔ پھر اس کا مطلب بھی ان کا خصم بیان کرے پھر جو اس پر احکام مرتب ہوں ان کا اظہار بھی ان کے خصم کے ذمے۔ جب تمام اہم امور کی انجام دہی ان کے خصم کے سپرد ہو گئی تو اب اعلیٰ حضرت کے ذمے کیا رہا بجز اس کے ان کا خصم ان کے منہ مانگے تمام سوالات پورے کرتا رہے اور یہ اس کی ایک بات بھی نہ مانیں۔ لطف پر لطف یا ستم پر ستم کہ القول الاظہر کے صفحات کا بڑے زور شور سے حوالہ دیا جاوے جو کل تین جزء کا رسالہ ہے۔ چنانچہ اس سوال میں بھی ص۸ کا حوالہ مرقوم ہے لیکن فتح الباری جیسی عظیم الشان کتاب (کہ جو کامل تیرہ جلدوں میں ہے) اس کے صفحہ کا نام ونشان تو درکنار اس کی جلد تک کا حوالہ درج نہیں ہے بلکہ نفس مضمون کے اظہار سے بھی دریغ ———— ۱۲

خصوصیت ۸: تحکم وحکومت طلبی

اس کا ظہور مختلف طور سے ہوتا ہے کبھی اس طرح کہ ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو مسند فضل وکمال کا صدر نشین بنا دیا۔ پھر جو لہر آئی تو اس کو ایک دم جاہل واحمق والے خطاب دے دیئے محض اس جرم میں کہ اس نے اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے خلاف کوئی کلمہ کہہ دیا۔ اس کی بطور نمونہ دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) شیخ عبد القادر توفیق شلبی مدرس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی کتاب حسام الحرمین میں اس طرح مدح سرائی کی (عربی عبارت کا ترجمہ خود اعلیٰ حضرت نے اس طرح کیا) "تقریظ ان کی جو علم میں صدر بنے اور مدرس ٹھہرے اور غور کیا اور ادراک علم میں آمد ورفت کی۔ قدرت والے کی توفیق سے حضرت فاضل عبد القادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی مسجد کریم نبوی میں مدرس۔ اللہ تعالیٰ انہیں فیض قوی عطا دے"۔ اعلیٰ حضرت کے حواریو! تم نے دیکھا کہ تمہارے اعلیٰ حضرت نے کیسے پر خلوص الفاظ میں اس فاضل مدنی کی تعریف کی ہے۔ لو اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ دیکھو۔ اہل الرضا میں انہی فاضل مدنی اور ان کی تحریر کی نسبت یہ ارشاد ہے۔

"اس بے معنی تحریر کی حالت یہ کہ اول تا آخر اغلاط وخطا سے مملو جہل وسفاہت وافترا وتناقض وخیانت، نافہمی ومکابرہ وغیرہ کونسا کمال ہے کہ ان گنتی کی چند سطروں میں نہیں"۔ چند سطروں کے بعد پھر فاضل مدنی پر اس طرح چوٹ کی "ایسا احمق زید شاید طرابلس میں بستا ہو"۔ ایک صفحہ بعد پھر فاضل مدنی پر شرارہ جلال اس طرح گرایا "طرابلسی تحریر پر خبث قاہر رد اس میں موجود تھے انہیں دیکھ کر کسی ذی انصاف یا شرم والے کو اس بے مغز تحریر کا نام بھی زبان پہ لانا نہ تھا نہ کہ دین الٰہی میں حجت بنانا" (تجلیات انوار المعین ص۷ تا ۱۲)

حرفِ آخر

اصحابِ فہم کے لیے احمد رضا خان صاحب بریلوی کا یہ تعارف گو مختصر ہی سہی لیکن انتہائی مفید اور مبنی برحقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے یہ رسالہ لکھنے کی توفیق ہوئی اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی جناب میں اس کو قبول فرما کر نافع خلائق بنا دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین،،